تصحیح واضافہ شدہ سوم ایڈیشن: ربیع الاوّل 1442ھ/نومبر 2020

چین و سکون ختم کرکے زندگی اجیرن کردینے والے

وَسوسوں اور شک سے نجات پایئے!!

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

اجمالی فہرست

- وسوسہ کی حقیقت کیا ہے؟..6
- وسوسوں سے پریشان نہ ہوں..6
- اختیاری اور غیر اختیاری خیالات اور وسوسوں کا حکم..................................6
- شک اور وسوسے کا مرض کیوں پیدا ہوتا ہے؟؟..7
- شک اور وسوسے کا مرض کیسے بڑھتا ہے اور اس کا حل کیا ہے؟؟.........................8

اِیمان و عقائد سے متعلق وَسوسوں کا حکم اور احتیاطی تدابیر

- ایمان و عقائد سے متعلق وسوسوں سے پریشان بھائیوں کی خدمت میں..........................10
- ایمان و عقائد سے متعلق وسوسوں کا حکم...10
- ایمان و عقائد کے وسوسوں سے تحفّظ کے لیے احتیاطی تدابیر..................................11
- تسلی اور بشارت پر مشتمل چند احادیث مبارکہ...12

گناہوں، ریاکاری اور خود پسندی کے وسوسوں کا علاج

- گناہوں کے وسوسوں کا حکم اور اُن کا علاج...14
- کسی نیک عمل سے متعلق ریاکاری کے وسوسے کا حکم...15
- عُجب یعنی خود پسندی کا وسوسہ اور اس کا حل..16

پاکی ناپاکی سے متعلق وسوسوں سے نجات پائیے!

- پاکی ناپاکی کے معاملے میں غیر معتدل صورتحال...17
- پاکی اور ناپاکی سے متعلق شریعت کا مزاج اور ایک اہم نکتہ....................................17
- پاکی ناپاکی سے متعلق شریعت کی دس سنہری تعلیمات..18

وضو ہونے اور نہ ہونے میں شک کا حکم

- وضو ہونے اور نہ ہونے میں شک کا حکم اور چند اہم مسائل........22

وضو ٹوٹنے سے متعلق چند بے بنیاد مسائل

- درج ذیل صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹتا........25
- گناہ کے بعد وضو کرنا مستحب ہے........26

پیشاب کے بعد نکلنے والے قطروں کا تفصیلی حکم

- پیشاب کا قطرہ نکلنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے........28
- نماز کے دوران پیشاب کا قطرہ نکلنے کا حکم........28
- پیشاب کے قطروں کی روک تھام کے لیے تدابیر........28
- پیشاب کے قطروں کا مریض معذور کب بنتا ہے؟........28
- معذور کا حکم........29
- پیشاب کے بعد قطرے نکلنے کا وسوسہ اور اس کا حکم........30

نماز کی نیت کی حقیقت اور اس سے متعلق وسوسوں کا حکم

- نماز کی نیت سے متعلق غلط فہمی کا اِزالہ........32
- نماز کی نیت کے مسائل........32
- نماز کے لیے نیت کا حکم........32
- نیت کی حقیقت........32
- نیت کے مختصر الفاظ........33
- زبان سے نیت کرنا مشکل ہو تو؟؟........34

- زبان سے نیت کرتے وقت غلطی ہو جانے کا حکم..34
- نیت کرنے میں شک ہو جانے کا حکم..34
- نمازِ جنازہ کی نیت کا حکم..34

نماز کی رکعتوں میں شک ہو جانے کا حکم اور اس کا حل

- نماز میں شک پیدا ہونے کی افسوس ناک صورتحال..38
- نماز میں شک پیدا ہونے کی ایک بڑی وجہ..38
- نماز میں شک ہو جانے سے متعلق ایک غلطی کی اِصلاح..38
- نماز میں شک سے بچنے کا ایک آسان حل..38
- نماز کی رکعتوں میں شک ہو جانے کا حکم..39
- نماز کے بعد رکعات سے متعلق شک ہو جانے کا حکم..40

حرام و حلال سے متعلق وسوسوں کا حکم

حرام آمدنی والے شخص کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنے کا حکم

- حرام کی بڑھتی ہوئی کثرت ایک افسوس ناک صورتحال..43
- حرام کے عمومی اِبتلا میں حرام سے بچنے والوں کی پریشانی..43
- کسی چیز کے حرام ہونے کا یقینی علم حاصل کیجیے..44
- محض شک یا وسوسے سے کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا..44
- بے جا تحقیق اور کھود کھرید میں نہ پڑیں..45
- حرام آمدنی والے شخص کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنے کا حکم..46
- وسوسوں سے متعلق تفصیلی مضامین کے لیے مفید اور اہم کتب..48

پیش لفظ

تقریباً تین سال پہلے بندہ نے ''وسوسے اور شک سے نجات پائیے!'' کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کیا تھا جو کہ بہت سے بھائیوں کے لیے مفید ثابت ہوا۔اب کچھ عرصہ پہلے اس کو اپنے ''سلسلہ اصلاحِ اَغلاط'' میں نظرِثانی اور اضافہ کے ساتھ قسط وار شائع کیا،اس کے بعد یہ تقاضا ہوا کہ اسے یکجا کر کے عام کیا جائے تو انھی اقساط کو یکجا کر کے اس رسالے کا دوم ایڈیشن شائع کیا،اب مزید تصحیح اور اضافہ کے ساتھ اس کا سوم ایڈیشن شائع کیا جارہا ہے۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس تحریر میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں،بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیرًا

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے،بندہ کے والدین،اہل وعیال،خاندان،اساتذہ کرام،حضرات اکابر،احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

ربیع الاوّل 1442ھ/نومبر 2020

03362579499

وسوسہ کی حقیقت کیا ہے؟

دل میں کسی بُرے یا ناگوار خیال کا آجانا وسوسہ کہلاتا ہے۔ وسوسہ عموماً شیطان کی طرف سے ہوتا ہے البتہ بسا اوقات نفس بلکہ کسی انسان کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔ وسوسہ ہر چیز سے متعلق آسکتا ہے خواہ وہ دینی معاملہ ہو یا دنیوی، جیسے: ایمان، نکاح، طلاق، استنجا، وضو، غسل، پاکی ناپاکی، نماز، حلال وحرام یا اسی طرح دیگر امور۔

وسوسوں سے پریشان نہ ہوں:

وسوسہ ہر انسان کو آسکتا ہے، چاہے بچہ ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو، مرد ہو، عورت ہو، نیک ہو یا بد ہو۔ وسوسے کا آنا اپنی ذات میں بُرا نہیں، اس لیے وسوسہ آنے سے ہر گز پریشان نہیں ہونا چاہیے، اور نہ ہی اس کے آنے سے کوئی گناہ ملتا ہے، اس لیے مطمئن رہنا چاہیے۔ یہ نکتہ بھی سمجھنا چاہیے کہ وسوسوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیطان دل کے باہر بیٹھ کر طرح طرح کے بُرے اور پریشان کُن خیالات دل میں ڈالتا رہتا ہے، جس سے بندہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ باتیں میں خود سوچ رہا ہوں اور وہ اس سے پریشان ہو جاتا ہے حالاں کہ وہ باتیں اس کی نہیں ہوتیں بلکہ شیطان کی ہوتی ہیں، اور وہ بندہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ باتیں دل کے اندر ہیں حالاں کہ وہ دل کے باہر ہوتی ہیں، جیسے مکھی جب آئینے پر بیٹھی ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اندر بھی ہے حالاں کہ وہ آئینے کے باہر ہی ہوتی ہے، اس لیے جب یہ باتیں شیطان ہی کی ہیں تو اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں، کیوں کہ شیطان کا تو کام ہی تنگ کرنا ہے۔

اختیاری اور غیر اختیاری خیالات اور وسوسوں کا حکم:

وسوسوں سے متعلق ایک نہایت اہم نکتہ یہ یاد رہے کہ دل میں جو بُرے خیالات ہمارے اختیار کے بغیر نہ چاہتے ہوئے بھی آجاتے ہیں تو ان سے کچھ نہیں ہوتا کیوں کہ ان کو روکنا ہمارے بس میں نہیں، اس لیے ان کے آنے پر ہماری پکڑ بھی نہیں ہوتی، بس اتنا ضرور ہے کہ وسوسوں کے تقاضوں پر عمل نہ کریں اور نہ ہی ان کی طرف توجہ دیں، البتہ جو بُرے خیالات جان بوجھ کر اپنے اختیار سے لائے جائیں تو ظاہر ہے کہ ایسا کرنا درست

نہیں اور اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے کیوں کہ بات گناہ تک پہنچ جاتی ہے، اس لیے غیر اختیاری خیالات کی طرف توجہ نہ دی جائے اور اختیاری طور پر خیالات لائے ہی نہ جائیں۔

شک اور وسوسے کا مرض کیوں پیدا ہوتا ہے ؟؟

1۔ شک پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم اعمال دھیان اور بھرپور توجہ سے نہیں کرتے، چاہے استنجا ہو، وضو ہو، غسل ہو، نماز ہو یا کوئی اور عمل، کیوں کہ جو کام دھیان اور توجہ سے نہ کیا جائے تو اس میں شک ہی پیدا ہوگا، اس لیے اگر ہم تمام کام دھیان اور توجہ سے کریں گے تو بہت سے وساوس اور شک خود بخود ختم ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔

2۔ شریعت نے جہاں ہمیں بہت سی چیزوں میں احتیاط سے کام لینے کا حکم دیا ہے وہاں یہ تعلیم بھی دی ہے کہ شک کی طرف بھی توجہ نہ دی جائے، بلکہ جو پہلو یقینی ہو اسی کو اختیار کیا جائے کیوں کہ یقین کے مقابلے میں شک کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں ہے۔ اس لیے احتیاط کرنے کے ساتھ ساتھ شک کی طرف بھی توجہ نہ دی جائے، لیکن جب کسی معاملے میں زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے اور اس دوسری بات کو نظر انداز کیا جائے تو اسی احتیاط کی وجہ سے رفتہ رفتہ شک کا مرض پیدا ہو جاتا ہے، کیوں کہ احتیاط کرنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ اگر وضو ٹھیک طرح سے نہ کیا تو نماز نہیں ہوگی، جب نماز نہیں ہوگی تو مجھے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، اسی طرح کے خوف ہی در حقیقت زیادہ احتیاط پر آمادہ کرتے ہیں، پھر یہ حد سے زیادہ احتیاط شک اور وسوسوں کو جنم دیتا ہے اور بالآخر زندگی اجیرن کر دیتا ہے۔

3۔ شک اور وسوسے کا مرض پیدا ہونے کی تیسری بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم دین سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جس معاملے میں ہم شک میں مبتلا ہیں اس میں شریعت کی تعلیم کیا ہے؟ اور شریعت ہمارے اس طرز عمل سے متعلق ہمیں کیا حکم دیتی ہے؟ بلکہ ہوتا یوں ہے کہ شریعت کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے خود ساختہ باتوں پر عمل کر رہے ہوتے ہیں کہ وضو نہیں ہوا، استنجا نہیں ہوا، نکاح ٹوٹ گیا ہوگا، نماز نہیں ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

شک اور وسوسے کا مرض کیسے بڑھتا ہے اور اس کا حل کیا ہے؟؟

1۔ شک میں مبتلا حضرات کا خیال یہ ہے کہ شک پر عمل کرنے سے شک ختم ہو جائے گا اور دل کو اطمینان نصیب ہو گا، حالاں کہ یہ واضح غلطی اور غلط فہمی ہے، آج تک کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جو شک پر عمل کرتا ہو اور اس کا شک دور ہو جاتا ہو، بلکہ شک پر جتنا بھی عمل کیا جائے تو وہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، حتیٰ کہ انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، یہ جتنے بھی شک میں مبتلا حضرات ہوتے ہیں ان کا شک اسی لیے تو بڑھتا جاتا ہے کہ وہ شک پر عمل کرتے ہیں، کیوں کہ شک پر عمل کرنے سے شک ترقی ہی کرتا ہے، اس لیے اگر کوئی شخص شک کی بیماری ختم کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے واحد راستہ یہی ہے کہ وہ شک پر عمل نہ کرے، اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ شک کو ختم کرنے کا صرف اور صرف ایک ہی علاج ہے بس!! اور وہ یہ ہے کہ اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے، حتی کہ اس کو دور کرنے کی کوشش بھی نہ کی جائے، گویا عمل تو اس پر کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اس کی طرف توجہ تک نہیں دینی۔ اس لیے شروع شروع میں تو ذرا محنت کرنی ہو گی کہ جس معاملے میں بھی شک آئے اس پر عمل نہ کیا جائے، پھر کچھ دنوں بعد خود بخود شک ختم ہو جائے گا ان شاءاللہ۔

2۔ جب کسی معاملے میں دو پہلو جمع ہو جائیں: ایک طرف یقینی پہلو ہو اور دوسری طرف شک کا پہلو ہو تو ایسی صورت میں یقینی بات ہی لی جائے گی اور شک کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے گی، کیوں کہ یقین کے مقابلے میں شک کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں۔ اور ایسی صورت میں شک کی طرف توجہ دینا اور اس پر عمل کرنا درحقیقت شک کو یقین کا درجہ دینا ہو گا جو کہ واضح غلطی ہے کیوں کہ شک کو شک ہی رکھیں اور توجہ نہ دیں، جیسے بیت الخلا میں کسی لوٹے میں پانی رکھا ہوا ہے اور بظاہر وہ پاک نظر آرہا ہے لیکن اس کے بارے میں شک بھی ہو رہا ہوتا ہے کہ کہیں اس میں نجاست نہ گری ہو تو ایسی صورت میں پانی کا پاک ہونا یقینی پہلو ہے کیوں کہ پانی بنیادی طور پاک ہی ہوا کرتا ہے، جبکہ نجاست کا گرنا محض شک ہے جس کی کوئی دلیل نہیں، اس لیے یقینی پہلو کو لے کر پانی پاک شمار کیا جائے گا۔

تنبیہ:

یہ واضح رہے کہ شک اور وسوسوں سے متعلق کھود کھرید کرنا، تحقیق و تفتیش کرنا، حتیٰ کہ ان وسوسوں پر عمل کرنے کو احتیاط قرار دینا کوئی تقویٰ اور نیکی نہیں بلکہ ایک بے بنیاد بات ہے، اسی کا اثر ہے کہ بعض لوگ اسی وسوسوں کی وجہ سے وضو اور غسل میں پانی زیادہ بہاتے ہیں، وقت ضائع کرتے ہیں، اپنے ایمان اور نکاح سے متعلق آنے والے وسوسوں کے بارے میں پوچھتے پھرتے ہیں، حتیٰ کہ اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو مشقت اور تکلیف میں ڈال دیتے ہیں، لیکن ان کو سکون پھر بھی نصیب نہیں ہوتا، حالاں کہ یہ طرزِ عمل ہر گز درست نہیں، ان وسوسوں پر عمل کرنا دین کا تقاضا ہر گز نہیں اور نہ ہی دین میں اس قدر سختی یا تنگی ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے زندگی ہی اجیرن ہو جائے، بلکہ صرف یہ کیا جائے کہ ان کی طرف توجہ نہ دی جائے۔

اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی:

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ بندہ کو ایسے بہت سے مریضوں کے نفسیاتی علاج کا موقع ملا جو وسوسوں اور شک کے سنگین مرض میں مبتلا تھے، جن کی زندگی اجیرن ہو چکی تھی، جن کی زندگی اپنے لیے اور گھر والوں کے لیے عذاب سے کم نہ تھی، حتیٰ کہ بعض تو خودکشی پر آمادہ ہو چکے تھے، لیکن الحمدللہ کہ انھیں شفا یابی نصیب ہوئی، بندہ ایسے بھائیوں کا علاج نفسیاتی طور پر کرتا ہے اور وہ بھی انھی جیسی باتوں سے جو اس تحریر میں مذکور ہیں، اس حوالے سے بہت دلچسپ واقعات بھی پیش آئے جو کہ ان شاءاللہ کسی فرصت میں تحریر میں لانے کا ارادہ ہے تاکہ ایسے مریضوں کے لیے شفایابی کا باعث ہوں۔

اِیمان و عقائد سے متعلق وَسوسوں کا حکم اور احتیاطی تدابیر

ایمان و عقائد سے متعلق وسوسوں سے پریشان بھائیوں کی خدمت میں:

بعض لوگ ملاقات یا رابطہ کرکے نہایت ہی پریشانی کے عالم میں ڈرتے ڈرتے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ایسی ایسی باتیں آتی ہیں کہ انھیں زبان پر لانے کے مقابلے میں موت زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے، بندہ ان کی پریشانی دیکھ کر دل میں بہت خوشی محسوس کرتا ہے اور ان کے ایمانی جذبات پر دل میں ٹھنڈک محسوس کرتا ہے کہ الحمدللہ آج کے مسلمان کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کتنا گہرا تعلق ہے کہ دل میں ان کے لیے کسی بھی قسم کی معمولی سی نازیبا بات بھی برداشت نہیں کرسکتا بلکہ دل و جان سے پیاری یہ ایمان کی متاعِ عزیز کسی بھی لمحے کھونا گوارہ نہیں کرسکتا، اللہ اکبر! یہ یقیناً بڑی سعادت کی بات ہے! بندہ ایسے پریشان ہونے والے بھائیوں کو بہت مبارکباد دیتا ہے اور انھیں تسلّی کے کلمات کہتے ہوئے حقیقت سمجھا دیتا ہے تو وہ مطمئن ہوکر بہت خوش ہوجاتے ہیں اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ ذیل میں اسی حوالے سے چند باتیں عرض کرنا مقصود ہے:

ایمان و عقائد سے متعلق وسوسوں کا حکم:

جب ایک شخص مسلمان ہو، اس کے دل میں ایمان ہو اور اس کے عقائد بھی درست ہوں تو پھر اس کے بعد اس کے دل میں نہ چاہتے ہوئے بھی بلا اختیار ایمان اور عقائد کے خلاف جتنے بھی سنگین وسوسے آئیں، خواہ وہ کفر کے بارے میں ہوں، اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی رسول یا فرشتوں کے خلاف ہوں، قبر وحشر یا جنت و جہنم کے خلاف ہوں، اسی طرح قرآن، نماز یا دیگر ایمانی عقائد کے خلاف ہوں، اور وہ شخص ان وسوسوں کو بُرا بھی سمجھ رہا ہو، ان کی وجہ سے بہت ہی پریشان بھی ہو اور یہی چاہتا ہو کہ یہ وسوسے کسی صورت میں نہیں آنے چاہیے، تو ایسی صورت میں ان بُرے وسوسوں کی وجہ سے ہرگز پریشان نہیں ہونا چاہیے، ان وسوسوں کی وجہ سے ایمان اور

عقائد پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ ایسے ناگوار وسوسوں کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے حضرات صحابہ کرام کو صریح ایمان کی بشارت دی اور فرمایا کہ: "یہ تو صریح ایمان کی علامت ہے۔" اس لیے ایسے ناگوار اور پریشان کُن وسوسوں کے آنے پر خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ الحمدللہ میرے دل میں ایمان ہے تبھی تو میں ان کو بُرا سمجھ رہا ہوں، اس لیے ایسے وسوسوں کے آنے پر پریشان ہونا بہت بڑی نعمت اور خوشی کی بات ہے، کیوں کہ جن لوگوں کو ایمان اور صحیح عقائد کی پروا نہیں ہوتی ان کو اوّل تو ایسے خیالات آتے بھی نہیں، لیکن اگر کبھی ایسے وسوسے آ بھی جائیں تو ان کو اس سے پریشانی ہی نہیں ہوتی کیوں کہ جب ان کے دل میں ایمان اور صحیح عقائد کی اہمیت ہی نہیں ہے تو ان امور سے متعلق غلط وسوسوں کا آنا ان کے لیے ایک عام سی بات ہے کہ اگر وہ ایمان اور صحیح عقائد سے محروم ہو بھی گئے تب بھی ان کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

اور اسی طرح یہ بھی غور کر لینا چاہیے کہ مجھے الحمدللہ ایمان اور صحیح عقائد کی دولت میسر ہے تبھی تو ایسے وسوسے آتے ہیں، ورنہ تو جو لوگ ایمان اور صحیح عقائد سے محروم ہوتے ہیں ان کو شیطان ایسے وسوسے لا کر کبھی پریشان نہیں کرتا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر بلا اختیار یہ وسوسے آئیں تو یہ ایمان اور تقویٰ کے ہر گز خلاف نہیں۔

ایمان وعقائد کے وسوسوں سے تحفّظ کے لیے احتیاطی تدابیر:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر کامل ایمان، ان سے کامل محبت اور ان کی کامل اطاعت ذریعہ نجات ہے، اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ اپنے ایمان اور عقائد کا تحفظ نہایت ہی ضروری ہے، اس لیے ذیل میں اسی تحفظ کو یقینی بنانے اور بے بنیاد وساوس سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر ذکر کی جاتی ہیں:

- دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر کامل ایمان، ان کے ساتھ کامل محبت اور ان کی اطاعت کا جذبہ تروتازہ رکھیں۔
- اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی رسول، فرشتوں، قبر وحشر، جنت وجہنم، قرآن، نماز اور اسی طرح دیگر ایمانی عقائد

سے متعلق دل میں آنے والے وساوس کو ہر گز اہمیت اور توجہ نہ دیں، بلکہ سوچنے کی کوشش بھی نہ کریں، بلکہ ان وساوس کو جھٹک کر کسی نیک یا جائز کام میں مشغول ہو جائیں۔

- مستند اہلِ علم اور بزرگانِ دین کی مجالس اور صحبتوں سے جُڑے رہیں۔
- ملحدین، متجدّدین، گمراہ اور دین بیزار لوگوں کی صحبت، کتابوں، بیانات، مضامین، یوٹیوب چینلز، فیس بک پیجز اور گروپس وغیرہ سے بالکلیہ دور رہیں، ورنہ تو تشکیک اور وساوس کی وادیٔ پُر خار میں بھٹکتے رہ جائیں گے جس کا انجام سراسر خسارہ ہے!
- حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات مبارکہ پر بننے والی ہر قسم کی ویڈیو فلم سے بالکلیہ اجتناب کریں۔
- اللہ تعالیٰ اور ان کے تمام پیغمبروں کی عظمت، احترام اور ادب ایک مسلّمہ حقیقت ہے، اس لیے ان سے متعلق یا دیگر ایمانی عقائد سے متعلق کوئی غلط بات دیکھنے یا سننے کو ملے تو ان سے ذرہ برابر بھی اثر نہ لیں، بلکہ دفاعی راستہ اختیار کرتے ہوئے اس معاملے کے لیے مستند اہلِ علم سے رجوع کریں۔

تسلی اور بشارت پر مشتمل چند احادیث مبارکہ:

ذیل میں ذکر کی جانے والی احادیث مبارکہ یقیناً بہت بڑی تسلی اور اطمینان کا باعث ہیں:

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ حضور اقدس ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانا نہایت ہی ناگوار گزرتا ہے، تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”کیا واقعی تمہارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں؟“ تو صحابہ نے جواب دیا کہ جی ہاں! تو حضور اقدس ﷺ نے انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ: ”یہ تو صریح ایمان کی نشانی ہے!“

- صحیح مسلم میں ہے:

٣٥٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ، قَالَ: «وَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ؟» قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: «ذَاكَ صَرِيحُ الإِيمَانِ».

2۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے دل میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانے کے مقابلے میں آسمان سے گرنا مجھے زیادہ پسند ہے! تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''یہ تو صریح ایمان کی نشانی ہے!''

- مسند احمد میں ہے:

٩١٥٦- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُحَدِّثُ نَفْسِي بِالْحَدِيثِ لَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ، قَالَ: «ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ».

3۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ان کے بدلے ہمیں پوری دنیا بھی مل جائے تب بھی ان کو زبان پر لانا ہمیں گوارہ نہیں، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ: ''کیا واقعی تمہارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں؟'' تو صحابہ نے جواب دیا کہ جی ہاں! تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''یہ تو صریح ایمان کی نشانی ہے!''

- صحیح ابن حِبان میں ہے:

١٤٥- عن أبي هريرة قال: قال رجل: يا رسول الله، إنا لنجد في أنفسنا أشياء ما نحب أن نتكلم بها وإن لنا ما طلعت عليه الشمس، فقال ﷺ: «قد وجدتم ذلك ؟» قالوا: نعم، قال: «ذاك صريح الإيمان».

گناہوں، ریاکاری اور خود پسندی کے وسوسوں کا علاج

گناہوں کے وسوسوں کا حکم اور اُن کا علاج:

دل میں نہ چاہتے ہوئے بھی بلا اختیار گناہوں کے جو وسوسے آتے ہیں کہ دل کوئی گناہ کرنے کا تقاضا کرتا ہے تو اس سے ہر گز پریشان نہیں ہونا چاہیے، ان وسوسوں کا آنا تقویٰ کے ہر گز خلاف نہیں، ایسے غیر اختیاری وسوسوں پر جب تک عمل نہ کیا جائے تو یہ معاف ہوا کرتے ہیں، اس لیے گناہوں کے ایسے وسوسے آنے کے بعد ان کے تقاضے پر عمل نہ کیا جائے، بلکہ ان کی طرف کسی قسم کی کوئی توجہ نہ دی جائے، اور اس سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو کسی نیک یا جائز کام میں مشغول کر لیا جائے کیوں کہ مشغول آدمی کو ایسے وسوسے عموماً نہیں ستایا کرتے بلکہ فارغ آدمی ہی ان کا شکار بنا رہتا ہے۔ البتہ اپنے ارادے اور اختیار سے گناہوں کے خیالات دل میں لانا نہایت ہی بُرا اور اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جب تک وہ ان پر عمل نہ کریں (اگر ان کا تعلق عمل کے ساتھ ہو)، اور کلام نہ کریں (اگر ان کا تعلق گفتگو کے ساتھ ہو)۔

٢٥٢٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُورُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ».

گویا کہ دل میں غیر اختیاری طور پر وساوس آنے کے بعد جب تک وہ زبان یا دیگر اعضا کے ذریعے وہ گناہ نہیں کریں گے تب تک ایسے وساوس معاف ہیں۔

یہ حدیث یقیناً بہت بڑی تسلی کا باعث ہے ان لوگوں کے لیے جو دل میں غیر اختیاری طور پر آنے والے گناہوں کے وسوسوں کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں۔

کسی نیک عمل سے متعلق ریاکاری کے وسوسے کا حکم:

ایک آدمی اللہ تعالی کے لیے کوئی نیک عمل شروع کرتا ہے، پھر دل میں ریاکاری کا وسوسہ آتا ہے جس سے وہ پریشان ہو جاتا ہے حتی کہ وہ مایوس ہو کر ہمت ہار دیتا ہے کہ جب ریاکاری ہی کر رہا ہوں تو پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ؟؟ یہ مرض دین دار طبقے کو بکثرت لاحق ہوتا ہے کیوں کہ یہ بھی ایک شیطانی چال ہوتی ہے کہ یہ نیک بندہ ریاکاری کی پریشانی میں مبتلا ہو کر ہمت ہار کر بیٹھ جائے۔ایسے حضرات کو چند اہم نکات سمجھنے اور یاد رکھنے چاہییے:

- پہلا نکتہ یہ ہے کہ ریاکاری اور ریاکاری کا وسوسہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، دونوں کو ایک سمجھنا غلطی ہے اور یہ پریشانی بھی اسی لیے پیدا ہوتی ہے کہ ہم دونوں میں فرق نہیں کر پاتے، اس لیے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ریا کا وسوسہ ہر گز ریا نہیں، کیوں کہ ریا تو اپنے قصد اور اختیار سے ہوتا ہے کہ اس آدمی کا مقصد ہی دِکھلاوا اور نام ونمود ہوتا ہے، لیکن جہاں ریاکاری کا ارادہ نہ ہو بلکہ ایک نیک عمل اللہ کے لیے کیا جا رہا ہے اور اسی دوران دل میں ریا کا وسوسہ آئے تو اس کو ریا نہیں کہتے۔
- دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اس ریاکاری کے وسوسے سے پریشان ہو جانا بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ ریا نہیں بلکہ ریا کا وسوسہ ہے کیوں کہ جن کا مقصد ہی ریا ہوتا ہے ان کو پریشانی کس بات کی؟؟ وہ تو چاہتے ہی یہی ہیں کہ اس نیک عمل سے نام ونمود اور شہرت حاصل ہو۔
- تیسرا نکتہ تسلی کی خاطر یہ عرض ہے کہ ریاکاری کے خوف سے کوئی نیک عمل ترک کر دینا بذاتِ خود بھی ریا ہے کیوں کہ جب ایک نیک عمل اللہ ہی کے لیے ہے تو پھر وہ مخلوق کی خاطر ترک کر دینا ہر گز درست نہیں بلکہ یہ بھی اخلاص کے خلاف ہے، اخلاص یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نیک عمل کیا جائے اور اس میں مخلوق کے مدح وذمّ یعنی تعریف ومذمّت کی ہر گز پروانہ کی جائے۔اور یہ بھی واضح رہے کہ جب ریاکاری کے خوف سے کوئی نیک عمل چھوڑنے کی کوشش کی جائے تو اس طرح شیطان ریاکاری کا وسوسہ لالا کر ہر ایک نیک عمل چھڑالے گا، ظاہر ہے کہ یہ کس قدر خسارے کی بات ہے!!

ایک اہم وضاحت:

ما قبل کی تفصیل سے مقصود صرف یہ ہے کہ نیک اعمال میں مشغول حضرات شیطانی وساوس سے پریشان نہ ہوں اور مایوس ہو کر نہ بیٹھیں بلکہ وہ دل جمعی، ہمت اور حوصلے سے عمل کرتے جائیں، لیکن اس کا یہ مقصد ہر گز نہیں کہ ہم اخلاص کا دعویٰ کر بیٹھیں اور اپنے اعمال کو اخلاص کی سند دے کر ریاکاری سے بالکلیہ مطمئن ہو جائیں اور اپنے آپ کو مخلص سمجھیں، ایسا ہر گز نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہر نیک عمل اللہ ہی کے لیے شروع کریں اور کرتے جائیں، ساتھ ساتھ ڈرتے جائیں کہ یہ اللہ کو قبول ہے بھی یا نہیں، اللہ سے قبولیت کی دعا بھی کرتے جائیں اور قبولیت کی امید بھی رکھتے جائیں، اس لیے نفس کی سرکشی سے کسی بھی لمحے غافل نہیں ہونا چاہیے! اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اخلاص پیدا کرنے کے لیے حضرات مشائخ اور اکابر کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑتی ہیں۔

عُجب یعنی خود پسندی کا وسوسہ اور اس کا حل:

اپنی کسی نیکی یا خوبی کی وجہ سے اپنے آپ کو اچھا سمجھنا عُجب یعنی خود پسندی کہلاتا ہے، جو کہ ایک سنگین روحانی مرض ہے، ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہیے کیوں کہ انسان کا اپنا کوئی کمال نہیں بلکہ جو کچھ بھی خوبی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، اسی طرح کوئی نیکی کرنا بھی اللہ ہی کی توفیق سے ہوتا ہے، اس لیے ہر خوبی اور نیکی پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اس بات کو نظر انداز کرکے اپنے کو اچھا سمجھا جائے۔ البتہ بعض لوگوں کو اس عُجب کا وسوسہ آتا ہے، جس سے وہ پریشان ہو جاتے ہیں، یاد رہے کہ جب بندہ ہر خوبی اور نیکی کو اللہ ہی کی توفیق سمجھتا ہے، اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اپنا کوئی کمال نہیں سمجھتا تو اس کے بعد دل میں عُجب کا جو بھی وسوسہ آئے تو یہ پریشانی کی بات نہیں، کیوں کہ عُجب کا وسوسہ ہر گز عُجب نہیں، اور پھر اس وسوسے سے پریشان ہونا بھی اس بات کی واضح علامت ہے کہ یہ عُجب نہیں بلکہ عُجب کا وسوسہ ہے کیوں کہ جن کو عُجب کا مرض ہوتا ہے ان کو پریشانی کس بات کی!! مزید تفصیل وہی ہے جو ریاکاری کی بحث میں ذکر ہو چکی۔

پاکی ناپاکی سے متعلق وسوسوں سے نجات پائیے!

پاکی ناپاکی کے معاملے میں غیر معتدل صورتحال:

پاکی ناپاکی کے معاملے میں عمومی سطح پر بہت ہی اِفراط و تفریط دکھائی دیتی ہے کہ بعض لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں کہ وہ پاکی ناپاکی کے مسئلے کو اہمیت نہیں دیتے، انھیں اس بات کی خاص پروا نہیں ہوتی کہ ناپاکی دور کرنے اور پاکی حاصل کرنے کی اہمیت اور ضرورت کیا ہے؟ اس سے متعلق شرعی احکامات کیا ہیں؟ جبکہ بعض لوگ اس مسئلے میں شریعت کی مقرر کردہ حدّ سے بھی زیادہ احتیاط کرتے نظر آتے ہیں اور اسی احتیاط کے نتیجے میں پانی کو ضائع کرنے کے جرم میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں، گویا کہ وہ دین سے بھی آگے بڑھنے کے غلط فلسفے میں مبتلا ہیں، اور یہ معاملہ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ اس زیادہ احتیاط کے باعث طرح طرح کے وساوس کا شکار ہو جاتے ہیں اور بالآخر ان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ بندہ کو بھی ایسے بہت سے مسلمان بھائیوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جو پاکی ناپاکی سے متعلق بے بنیاد وساوس اور پریشانیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ غیر معتدل صورتحال پاکی ناپاکی کے بارے میں شریعت کی سنہری تعلیمات سے غفلت اور ان کو اہمیت نہ دینے کا نتیجہ ہے، کیوں کہ پاکی ناپاکی میں ذاتی خود ساختہ رائے کی بجائے شریعت ہی کی تعلیمات معتبر ہیں۔

زیرِ نظر تحریر میں مختصر انداز میں پاکی ناپاکی سے متعلق شریعت کی بنیادی تعلیمات ذکر کرنا مقصود ہے تاکہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو دِلی اطمینان اور تسلی نصیب ہو سکے اور وساوس سے نجات پا کر پُرسکون زندگی بسر کر سکیں۔

پاکی اور ناپاکی سے متعلق شریعت کا مزاج اور ایک اہم نکتہ:

شریعت میں پاکی ناپاکی کا مسئلہ نہایت اہم بھی ہے اور ایک حد تک نازک بھی۔ شریعت کا مزاج یہ ہے کہ پاکی اور ناپاکی کے معاملے میں احتیاط سے کام لیا جائے اور اس میں غفلت اور کوتاہی گوارہ نہ کی جائے، لیکن ساتھ

میں یہ بھی تعلیم دی کہ اس معاملے میں بلاوجہ کے شکوک ووساوس کی طرف ہر گز توجہ نہ دی جائے اور نہ ہی حدّ سے زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے، ان دونوں پہلوؤں کو مدّ نظر رکھنے سے اعتدال بھی نصیب ہوتا ہے اور غفلت اور وساوس سے چھٹکارہ بھی مل جاتا ہے۔

پاکی ناپاکی سے متعلق شریعت کی دس سنہری تعلیمات:

1۔ جسم یا کپڑے جب اصولی طور پر پاک ہوں تو پھر ان کے ناپاک ہونے کے لیے کسی ٹھوس دلیل کی ضرورت ہوا کرتی ہے، محض شک کی بنیاد پر ان کو ناپاک قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لیے جب تک ناپاکی لگنے کا یقین نہ ہو تو یہ پاک سمجھے جائیں گے۔

2۔ جسم یا کپڑے پر جس جگہ نجاست لگ جائے تو صرف اسی جگہ کو دھولینا کافی ہوتا ہے، اس کے ساتھ باقی جسم یا کپڑے کو بھی دھونے کی کوئی ضرورت نہیں، اور نہ ہی یہ دین یا احتیاط کا تقاضا ہے، بلکہ ایک لغو حرکت ہے جس سے بچنا چاہیے۔

3۔ بعض لوگ نجاست والی جگہ دھولینے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ شاید کسی اور جگہ بھی ناپاکی لگی ہوگی اس لیے اس کو بھی دھو لیتے ہیں، یہ ایک فضول حرکت ہے کیوں کہ اس شک کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ جہاں جہاں نجاست لگنے کا یقین ہے صرف اسی جگہ کو دھولیا جائے بس!!

4۔ اگر کپڑے یا جسم پر یقینی طور پر کوئی نجاست لگ جائے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ کہاں لگی ہے تو ایسی صورت میں اندازہ لگا کر غالب گمان کا اعتبار کرتے ہوئے جگہ متعین کرکے (کچھ اضافی جگہ سمیت) اسے دھولیا جائے تو یہ کافی ہے۔

5۔ کپڑے پر نجاست لگ جائے اور اس کو دھولیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے، اس کپڑے میں نماز پڑھنا بالکل درست ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس کپڑے پر احتلام یا صحبت کی وجہ سے منی لگ جائے یا کسی عورت کی ماہواری کا خون کسی کپڑے کو لگ جائے تو اس ناپاک جگہ کو دھولینا کافی ہے، اس سے وہ کپڑا پاک شمار ہوگا اور اس

میں نماز ادا کرنا درست ہے۔اس معاملے میں بڑی غلط فہمی رائج ہے۔

6۔ پانی اپنی ذات میں پاک ہوا کرتا ہے،اس لیے جب تک اس میں ناپاکی شامل ہونے کی کوئی یقینی دلیل نہ ہو تو اس کو پاک سمجھا جائے گا،اس سے معلوم ہوا کہ راستوں میں جو پانی جمع ہوتا ہے، یا بیت الخلا میں کسی برتن یا لوٹے میں جو پانی رکھا ہوتا ہے تو جب تک اس کے ناپاک ہونے کی یقینی دلیل نہ ہو تو اس کو پاک سمجھا جائے گا۔

7۔اگر وضو یا غسل کے دوران کسی عضو کے دھونے میں شک ہو جائے تو اگر پہلی بار ایسا شک ہوا ہو تو وہ عضو دھو لیا جائے لیکن اگر شک ہوتا رہتا ہو تو پھر اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

8۔ وضو یا غسل کے بعد یاد آئے کہ فلاں عضو خشک رہ گیا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

- اگر یہ یقین ہے کہ وضو یا غسل میں وہ عضو دھونا بھول گیا تھا تو اس صورت میں صرف اسی عضو کو دھو لیا جائے، دوبارہ وضو یا غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔
- اگر یہ شک ہو رہا ہے کہ شاید نہیں دھویا ہو تو اس صورت میں شک کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ وضو اور غسل بالکل درست ہے۔

9۔ وضو اور غسل میں تین بار اعضا دھونا سنت ہے، جو کہ دلی اطمینان کے لیے کافی ہے،اس لیے شک کی بنیاد پر تین بار سے زیادہ دھونا شریعت کا تقاضا نہیں بلکہ ایک لغو حرکت ہے۔

10۔ اگر کسی کو وضو ہونے اور نہ ہونے میں شک ہو جائے تو اگر اس کو باوضو ہونا یاد تھا لیکن وضو ٹوٹنے میں شک تھا تو ایسا شخص باوضو شمار ہوگا۔اور اگر اس کو بے وضو ہونا یاد تھا لیکن وضو کرنے میں شک تھا تو ایسا شخص بے وضو شمار ہوگا۔اس کی مزید تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

احادیث مبارکہ اور فقہی عبارات

- سنن ابی داود میں ہے:

٩٦- عَنْ أَبِي نَعَامَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا. فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ، سَلِ اللهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ؛ فَإِنِّي سَمِعْتُ

رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطُّهُورِ وَالدُّعَاءِ».

- شرح مسلم للنووی (باب كراهة غمس المتوضئ وغيره يده المشكوك في نجاستها في الاناء) اور شرح ابی داود للعینی (باب في الرجل يدخل يده في الإناء قبل أن يغسلها) میں ہے:

الْأَصْل فِي الْمَاء وَالْيَد الطَّهَارَة فَلَا يَنْجُس بِالشَّكِّ.

- الاشباہ والنظائر لابن نجیم میں ہے:

الْقَاعِدَةُ الثَّالِثَةُ: الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ.

- سنن ابی داود میں ہے:

٣٦٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ يَسَارٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي إِلا ثَوْبٌ وَاحِدٌ وَأَنَا أَحِيضُ فِيهِ فَكَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: «إِذَا طَهُرْتِ فَاغْسِلِيهِ ثُمَّ صَلِّي فِيهِ»، فَقَالَتْ: فَإِنْ لَمْ يَخْرُجِ الدَّمُ؟ قَالَ: «يَكْفِيكِ غَسْلُ الدَّمِ وَلا يَضُرُّكِ أَثَرُهُ».

- مسند احمد میں ہے:

٦٦٨٤- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوءِ فَأَرَاهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ: «هَذَا الْوُضُوءُ فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدَّى وَظَلَمَ».

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَمِمَّا يَتَّصِلُ بِذَلِكَ مَسَائِلُ الشَّكِّ: فِي «الْأَصْلِ»: من شَكَّ في بَعْضِ وُضُوئِهِ وهو أَوَّلُ ما شَكَّ غَسَلَ الْمَوْضِعَ الذي شَكَّ فيه، فان وَقَعَ ذلك كَثِيرًا لم يُلْتَفَتْ إلَيْهِ، هذا إذَا كان الشَّكُّ في خِلَالِ الْوُضُوءِ، فَإِنْ كان بَعْدَ الْفَرَاغِ من الْوُضُوءِ لم يُلْتَفَتْ إلَى ذلك، وَمَنْ شَكَّ في الْحَدَثِ فَهُوَ على وُضُوئِهِ، وَلَوْ كان مُحْدِثًا فَشَكَّ في الطَّهَارَةِ فَهُوَ على حَدَثِهِ، وَلَا يَعْمَلُ بِالتَّحَرِّي كَذَا في «الْخُلَاصَةِ». (كِتَابُ الطَّهَارَةِ الْبَابُ الْأَوَّلُ في الْوُضُوءِ)

- مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

قُلْتُ: أَمَّا قَوْلُهُ: (لِطُمَأْنِينَةِ الْقَلْبِ عِنْدَ الشَّكِّ) فَفِيهِ أَنَّ الشَّكَّ بَعْدَ التَّثْلِيثِ لَا وَجْهَ لَهُ، وَإِنْ وَقَعَ

بَعْدَهُ فَلَا نِهَايَةَ لَهُ وَهُوَ الْوَسْوَسَةُ، وَلِهَذَا أَخَذَ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِظَاهِرِهِ فَقَالَ: لَا آمَنُ إِذَا زَادَ عَلَى الثَّلَاثِ أَنْ يَأْثَمَ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: لَا يَزِيدُ عَلَيْهَا إِلَّا مُبْتَلًى أَيْ بِالْجُنُونِ لِمَظِنَّةِ أَنَّهُ بِالزِّيَادَةِ يَحْتَاطُ لِدِينِهِ. قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: وَلَقَدْ شَاهَدْنَا مِنَ الْمُوَسْوَسِينَ مَنْ يَغْسِلُ يَدَهُ فَوْقَ الْمِئِينَ، وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ يَعْتَقِدُ أَنَّ حَدَثَهُ هُوَ الْيَقِينُ. (باب سنن الوضوء)

وضو ہونے اور نہ ہونے میں شک کا حکم

وضو ہونے اور نہ ہونے میں شک کا حکم اور چند اہم مسائل:

کسی شخص کو یہ شک ہو جائے کہ میرا وضو ہے یا نہیں تو اس حوالے سے ضابطہ یہ ہے کہ:

1۔اگر اس شخص کو باوضو ہونا یاد ہو یعنی یہ یاد ہو کہ میں نے وضو کیا تھا یا میں باوضو تھا، لیکن وضو ٹوٹنے میں شک ہو کہ اس کے بعد وضو ٹوٹا ہے یا نہیں، تو ایسا شخص باوضو شمار ہوگا، کیوں کہ اس کا باوضو ہونا ایک یقینی بات ہے، جبکہ اس کے بعد اس کا وضو ٹوٹنا محض ایک شک ہے اور شک کی بنیاد پر یقینی پہلو کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

البتہ ایسی صورت میں اگر اس شخص کو نماز ادا کرنے کے بعد یقینی طور پر یاد آجائے کہ واقعتاً میرا وضو نہیں تھا تو اس کے ذمے وضو کر کے اس نماز کی دوبارہ ادائیگی لازم ہوگی۔

2۔اگر اس شخص کو بے وضو ہونا یاد ہو یعنی یہ یاد ہو کہ میرا وضو نہیں تھا یا ٹوٹ چکا تھا، لیکن وضو کرنے میں شک ہو کہ میں نے اس کے بعد وضو کیا بھی ہے یا نہیں، تو ایسا شخص بے وضو شمار ہوگا، کیوں کہ اس کا بے وضو ہونا ایک یقینی بات ہے، جبکہ اس کے بعد اس کا وضو کرنا محض ایک شک ہے اور شک کی بنیاد پر یقینی پہلو کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

ذیل میں اسی سے منسلک مزید دو اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

مسئلہ 1:

اگر کسی شخص کو یہ شک ہو جائے کہ میں وضو کرنے کے لیے تو بیٹھا تھا اور وضو کا پانی بھی موجود تھا لیکن یہ یاد نہیں آرہا کہ میں نے وضو کیا بھی تھا یا نہیں، تو ایسی صورت میں اس شخص کو باوضو قرار دیا جائے گا، کیوں کہ عام طور پر جب کوئی شخص وضو کرنے کے لیے بیٹھتا ہے تو وہ وضو کر کے ہی اٹھتا ہے۔اس صورت میں اس عام عادت کو ایک درجے میں یقینی پہلو قرار دیتے ہوئے ترجیح دی جائے گی۔

البتہ ایسی صورت میں اگر اس شخص کو نماز ادا کرنے کے بعد یقینی طور پر یاد آجائے کہ میں نے وضو نہیں کیا تھا تو اس کے ذمے وضو کر کے اس نماز کی دوبارہ ادائیگی لازم ہوگی۔

مسئلہ 2:

اگر کسی شخص کو یہ شک ہو جائے کہ میں پیشاب کرنے کے لیے بیت الخلا میں داخل ہو گیا تھا لیکن یہ یاد نہیں آرہا کہ میں نے پیشاب کیا بھی تھا یا نہیں، جس کے نتیجے میں میرا وضو ٹوٹ چکا ہے یا نہیں، تو ایسی صورت میں اس شخص کو بے وضو قرار دیا جائے گا، کیوں کہ عام طور پر جب کوئی شخص پیشاب کے لیے بیت الخلا میں داخل ہوتا ہے تو وہ پیشاب کر کے ہی باہر آتا ہے۔ اس صورت میں بھی اس عام عادت کو ایک درجے میں یقینی پہلو قرار دیتے ہوئے ترجیح دی جائے گی۔

فقہی عبارات

- الاشباہ والنظائر لابن نجیم:

الْقَاعِدَةُ الثَّالِثَةُ: الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ.

- فتاویٰ ہندیہ:

وَمِمَّا يَتَّصِلُ بِذَلِكَ مَسَائِلُ الشَّكِّ: ..... مَنْ شَكَّ فِي الْحَدَثِ فَهُوَ على وُضُوئِهِ، وَلَوْ كان مُحْدِثًا فَشَكَّ فِي الطَّهَارَةِ فَهُوَ على حَدَثِهِ، وَلَا يَعْمَلُ بِالتَّحَرِّي، كَذَا فِي «الْخُلَاصَةِ».
(كِتَابُ الطَّهَارَةِ الْبَابُ الْأَوَّلُ فِي الْوُضُوءِ)

- فتاویٰ بزازیہ:

والشاك في الحدث على وضوئه، وفي الوضوء على حدثه، ولا يتحرى. وعن محمد رحمه الله تعالى: تذكر دخوله الخلاء لا الحدث بل شك فيه: توضأ؛ لأنه دليل الحدث غالبًا، وعلى هذا لو جلس للوضوء ومعه ماء ثم قام وشك أنه قام قبل التوضؤ أو بعده: لا يتوضأ؛ لأن أخذ الماء والجلوس دليل الوضوء غالبًا. (كتاب الطهارة)

- **بدائع الصنائع:**

وَمَنْ أَيْقَنَ بِالطَّهَارَةِ وَشَكَّ فِي الْحَدَثِ فَهُوَ على الطَّهَارَةِ، وَمَنْ أَيْقَنَ بِالْحَدَثِ وَشَكَّ فِي الطَّهَارَةِ فَهُوَ على الْحَدَثِ؛ لِأَنَّ الْيَقِينَ لَا يَبْطُلُ بِالشَّكِّ. وَرُوِيَ عن مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قال: المتوضئ إذَا تَذَكَّرَ أَنَّهُ دخل الْخَلَاءَ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ وَشَكَّ أَنَّهُ خَرَجَ قبل أَنْ يَقْضِيَهَا أو بَعْدَ ما قَضَاهَا فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَوَضَّأَ؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ ما خَرَجَ إلَّا بَعْدَ قَضَائِهَا، وَكَذَلِكَ الْمُحْدِثُ إذَا عَلِمَ أَنَّهُ جَلَسَ لِلْوُضُوءِ وَمَعَهُ الْمَاءُ وَشَكَّ فِي أَنَّهُ تَوَضَّأَ أو قام قبل أَنْ يَتَوَضَّأَ فَلَا وُضُوءَ عليه؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ لَا يَقُومُ ما لم يَتَوَضَّأْ. (كتاب الطهارة)

وضو ٹوٹنے سے متعلق چند بے بنیاد مسائل

درج ذیل صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹتا:

عوام میں وضو ٹوٹنے سے متعلق متعدد بے بنیاد مسائل رائج ہیں جیسے:

- ستر کھلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- لباس تبدیل کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- اپنے ستر پر نظر پڑنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- بچے کو برہنہ دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- کسی کا گھٹنا دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(واضح رہے کہ گھٹنا ستر کا حصہ ہے اس لیے کسی شدید مجبوری کے بغیر کسی کا گھٹنا دیکھنا گناہ ہے۔)
- شلوار گھٹنے سے اُوپر کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(واضح رہے کہ گھٹنا ستر کا حصہ ہے اس لیے کسی شدید مجبوری کے بغیر کسی اور کے سامنے گھٹنا کھولنا گناہ ہے۔)
- اپنی شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- بیوی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- برہنہ وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔
- چہرے سے بال نکالنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- سر منڈانے، بال بنوانے یا ناخن کاٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- بچے کو دودھ پلانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- گانا سننے یا ٹی وی دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

- گالی دینے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔
- غیبت یا بد نظری کرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔
- میت کو غسل دینے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔
- ببل چبانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔
- آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔
- اُونٹ کا گوشت کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔
- نسوار منہ میں رکھنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔
- سگریٹ پینے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔(یہاں سگریٹ سے مراد عام سگریٹ ہے جس میں نشہ نہ ہو۔)
- بچے کو پیشاب کے بعد پاک کرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔
- نجاست پر پاؤں پڑنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ تمام باتیں بے بنیاد ہے، اِن سے وضو نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ یہ وضو کو توڑنے والی چیزوں میں سے نہیں۔

گناہ کے بعد وضو کرنا مستحب ہے:

یہاں یہ بات بھی واضح کرنا مناسب ہے کہ گالی دینے، گانا سننے، غیبت کرنے، بد نظری کرنے اور ان جیسے دیگر گناہوں سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ حضرات فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ گناہ کے بعد وضو کرنا مستحب ہے، اس لیے وضو کرلینا بہتر ہے لیکن ضروری نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ گناہ کے بعد توبہ کرنا ضروری ہے جس کی زیادہ فکر ہونی چاہیے۔

(تفصیلات کے لیے دیکھیے: آپ کے مسائل اور ان کا حل، فتاویٰ دار العلوم دیو بند اور دیگر اردو فتاویٰ۔)

- **نور الایضاح میں ہے:**

فصل [في أقسام الوضوء]:

الوضوء على ثلاثة أقسام: والثالث مندوب: .... وبعد غيبة وكذب ونميمة وكل خطيئة .....

فصل [فيما لا ينقض الوضوء]:

عشرة أشياء لا تنقض الوضوء: ظهور دم لم يسل عن محله ..... ومس ذكر ومس امرأة ....

- **ردالمحتار میں ہے:**

(قَوْلُهُ: بَعْدَ كَذِبٍ وَغِيبَةٍ)؛ لِأَنَّهُمَا مِنَ النَّجَاسَاتِ الْمَعْنَوِيَّةِ، وَلِذَا يَخْرُجُ مِنَ الْكَاذِبِ نَتِنٌ يَتَبَاعَدُ مِنْهُ الْمَلِكُ الْحَافِظُ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ، وَكَذَا أَخْبَرَهُ ﷺ عَنْ رِيحٍ مُنْتِنَةٍ بِأَنَّهَا رِيحُ الَّذِينَ يَغْتَابُونَ النَّاسَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَلِإِلْفِ ذَلِكَ مِنَّا وَامْتِلَاءِ أُنُوفِنَا مِنْهَا لَا تَظْهَرُ لَنَا كَالسَّاكِنِ فِي مَحَلَّةِ الدَّبَّاغِينَ .... (قَوْلُهُ: وَبَعْدَ كُلِّ خَطِيئَةٍ) عَطْفُ عَامٍّ عَلَى خَاصٍّ بِالنِّسْبَةِ إلَى مَا ذَكَرَهُ مِمَّا هُوَ خَطِيئَةٌ، وَذَلِكَ لِمَا وَرَدَ فِي الْأَحَادِيثِ مِنْ تَكْفِيرِ الْوُضُوءِ لِلذُّنُوبِ. (كتاب الطهارة)

- **الفقہ الاسلامی وادلّتہ میں ہے:**

الثالث: مندوب في أحوال كثيرة منها ما يأتي: .....

ح: بعد ارتكاب خطيئة من غيبة وكذب ونميمة ونحوها؛ لأن الحسنات تمحو السيئات، قال ﷺ: «ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا، ويرفع به الدرجات؟» قالوا: بلى يا رسول الله، قال: «إسباغ الوضوء على المكاره، وكثرة الخُطا إلى المساجد، وانتظار صلاة بعد صلاة، فذلكم الرباط، فذلكم الرباط».

پیشاب کے بعد نکلنے والے قطروں کا تفصیلی حکم

پیشاب کا قطرہ نکلنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے:

شریعت کا عام اصول یہ ہے کہ پیشاب ان چیزوں میں سے ہے جو کہ وضو کو توڑ دیتی ہیں، اس لیے وضو کرنے کے بعد جب بھی پیشاب کا قطرہ نکل آئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

نماز کے دوران پیشاب کا قطرہ نکلنے کا حکم:

نماز کے دوران بھی اگر کوئی پیشاب کا قطرہ نکل آئے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چاہے انفرادی نماز ادا کر رہا ہو یا جماعت کے ساتھ، اس لیے اس کو چاہیے کہ وہ دوبارہ وضو کر کے نماز میں شامل ہو جائے، اگر باجماعت نماز میں وضو کے لیے جانے کا راستہ نہ ہو تو نمازی حضرات کے سامنے سے بھی گزرنا درست ہے۔

پیشاب کے قطروں کی روک تھام کے لیے تدابیر:

جس شخص کو پیشاب سے فارغ ہو جانے کے بعد بھی وقتاً فوقتاً چند قطرے آنے کا مرض ہو تو وہ پیشاب کے بعد کچھ انتظار کرے اور ایسی تدابیر اختیار کرے کہ جس سے جسم ڈھیلا پڑے اور وہ قطرے نکل جائیں، جیسے کھانس لے، چل پھر لے یا لیٹ جائے، پھر اس کے بعد وضو کرے، اور ہونا یہ چاہیے کہ نماز سے اتنی دیر پہلے پیشاب کر لیا کرے کہ نماز تک وہ بقیہ قطرے بھی نکل جائیں اور وضو کر کے جماعت میں بھی شامل ہوا جائے۔

پیشاب کے قطروں کا مریض معذور کب بنتا ہے؟

بہت سے لوگ اس بات سے بھی ناواقف ہیں کہ پیشاب کے قطروں کا مریض معذور کب بنتا ہے؟ چنانچہ لوگ اپنے خود ساختہ قیاسات کی بنیاد پر فیصلہ کرتے رہتے ہیں اور اپنی نمازیں بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ ذیل میں یہ مسئلہ تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ غلط فہمی دور ہو سکے۔

جس شخص کو پیشاب کے قطرے کثرت سے آتے ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ اگر نماز کا وقت ختم ہو جانے تک اس کے قطرے اتنے وقت کے لیے رُک جاتے ہوں کہ جس میں وہ وضو کر کے فرض نماز ادا کر سکتا ہے تو ایسا شخص شرعی طور پر معذور نہیں ہے بلکہ وہ قطرے رکنے کا انتظار کرے پھر اس کے بعد وضو کر کے نماز ادا کرے۔

2۔ اگر اس کو قطرے اس قدر کثرت سے آتے ہوں کہ نماز کا وقت ختم ہونے تک اتنے وقت کے لیے بھی نہ رکتے ہوں کہ جس میں وضو کر کے فرض نماز ہی ادا کر سکے تو اس صورت میں عذر ثابت ہو جاتا ہے اور ایسا شخص شریعت کی نظر میں معذور ہے، پھر جب تک یہ صورتحال رہے گی تو وہ معذور ہی کہلائے گا، اور یہ بھی واضح رہے کہ عذر برقرار رہنے کے لیے نماز کے پورے وقت میں صرف ایک بار بھی یہ عذر پایا جانا کافی ہے کہ اگر ایک بار بھی یوں ہی پیشاب کے قطرے نکل آئے تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ عذر برقرار ہے، اور یہ معذوری تب ختم ہو گی جب نماز کے مکمل وقت میں ایک بار بھی یہ عذر نہ پایا جائے۔

معذور کا حکم:

ماقبل کی تفصیل کے مطابق شرعی طور پر جو شخص معذور ہو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ فرض نماز کا وقت داخل ہو جانے کے بعد ایک بار وضو کر لے پھر اسی وضو کے ذریعے وہ جو بھی عبادت کرے چاہے فرض نماز ادا کرے، نفلی نماز ادا کرے، تلاوت کرے؛ سب جائز ہے اگرچہ اس کے قطرے بہے جاتے ہوں، البتہ جیسے ہی اس فرض نماز کا وقت ختم ہو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، اب مزید عبادت کے لیے نیا وضو کرنا پڑے گا۔

وضاحت 1: معذور کا وضو فرض نماز کا وقت نکل جانے سے ٹوٹ جاتا ہے، جیسے اگر کسی معذور شخص نے ظہر کی نماز کے لیے وضو کیا تو ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

وضاحت 2: اگر کسی معذور شخص نے سورج طلوع ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز یا کسی اور نماز کے لیے وضو کیا، پھر ظہر کا وقت داخل ہو گیا تو وقت داخل ہونے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، اس لیے اس کا وضو برقرار

رہے گا کیوں کہ ما قبل میں بیان ہوا کہ وقت داخل ہونے سے نہیں بلکہ وقت نکل جانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، جبکہ اس صورت میں وقت داخل ہوا ہے، نکلا نہیں ہے۔

وضاحت3: معذور شخص جس عذر کی وجہ سے معذور بنا ہے اس عذر کی وجہ سے تو وضو نہیں ٹوٹے گا البتہ اگر وضو توڑنے والی کوئی اور چیز پائی جائے تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا۔

وضاحت4: ما قبل میں جو معذور کا حکم بیان ہوا وہ ہر اس شخص کے لیے ہے جس کا وضو نہ ٹھہرتا ہو جیسے کسی کو خروجِ ریح کا مرض ہے یا کسی کے زخم سے نکلنے والا خون نہیں رکتا یا اس جیسا کوئی اور مرض ہے تو ایسے تمام حضرات مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق عمل کریں، اور مزید تفصیلات کے لیے مستند اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔

پیشاب کے بعد قطرے نکلنے کا وسوسہ اور اس کا حکم:

بعض حضرات کو شک ہو جاتا ہے کہ وضو کے بعد پیشاب کا کوئی قطرہ نکل گیا حالانکہ وہ محض وہم ہوا کرتا ہے، یاد رہے کہ جب تک یقینی طور پر قطرہ نہ نکلے اس سے وضو پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ شک دور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب محسوس ہو کہ قطرہ نکل گیا ہے تو فوراً کسی مناسب جگہ جا کر دیکھ لیا جائے: اگر واقعی قطرہ نکلا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ تو مطمئن ہو کر آئندہ کے لیے اس شک کی طرف ہرگز توجہ نہ دی جائے۔

بعض احادیث میں قطرے کے وسوسے میں مبتلا شخص کے لیے وسوسہ دور کرنے کا ایک علاج یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ وہ استنجا یا وضو کے بعد شرمگاہ کے مقام پر کچھ پانی چھڑک دے تاکہ بعد میں اگر قطرہ نکلنے کا وسوسہ آئے بھی تو یہ خیال کر لیا جائے کہ یہ تو وہ پانی ہے نہ کہ پیشاب کے قطرے۔

مسئلہ:

یہ بھی یاد رہے کہ بسا اوقات چھوٹی پیشاب گاہ سے ہوا خارج ہو جاتی ہے جس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید قطرہ نکل گیا حالانکہ وہ ہَوا ہوتی ہے اور اس ہوا سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (رد المحتار)

فقہی عبارات

- نور الایضاح میں ہے:

حکم الاستحاضة وما يشابهها: ودم الاستحافة كرعاف دائم لا يمنع صلاة ولا صوما ولا وطأ وتتوضأ المستحاضة ومن به عذر كسلس بول واستطلاق بطن لوقت كل فرض ويصلون به ما شاءوا من الفرائض والنوافل، ويبطل وضوء المعذورين بخروج الوقت فقط.

متى يثبت العذر؟

ولا يصير معذورا حتى يستوعبه العذر وقتا كاملا ليس فيه انقطاع بقدر الوضوء والصلاة، وهذا شرط ثبوته، وشرط دوامه وجوده في كل وقت بعد ذلك ولو مرة، وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن كونه معذورا خلو وقت كامل عنه.

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَالرِّيحُ الْخَارِجَةُ من الذَّكَرِ وَفَرْجِ الْمَرْأَةِ لَا تَنْقُضُ الْوُضُوءَ على الصَّحِيحِ، إلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَرْأَةُ مُفْضَاةً فإنه يُسْتَحَبُّ لها الْوُضُوءُ، كَذَا في «الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ».

- مستدرک حاکم میں ہے:

٦٠٨- عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْحَكَمِ أَوِ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا بَالَ تَوَضَّأَ وَيَنْتَضِحُ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: على شرطهما.

نماز کی نیت کی حقیقت اور اس سے متعلق وسوسوں کا حکم

نماز کی نیت سے متعلق غلط فہمی کا اِزالہ:

نماز کی نیت سے متعلق عوام کئی غلطیوں اور غلط فہمیوں کا شکار ہیں، حتی کہ نیت کرنے کو ایک مشکل مسئلہ بنادیا گیا ہے، لوگ طرح طرح کے وہموں میں مبتلا نظر آتے ہیں، اور ایک عجب تماشا یہ کہ زبان سے (اور وہ بھی طویل) نیت کا اس قدر اہتمام کیا جاتا ہے کہ بسا اوقات تکبیرِ اُولیٰ اور رکعت بھی نکل جاتی ہے لیکن ان کی نیت مکمل نہیں ہو پاتی، خصوصًا وساوس کے مریض افراد کے لیے نیت کرنا ایک مستقل پریشانی کا باعث ہے جس کی وجہ سے ان پر ترس آرہا ہوتا ہے کہ ان کا مسئلہ نیت سے زیادہ وسوسے کے مرض کا ہوتا ہے۔ یہ تمام افسوس ناک صورتحال صرف اسی لیے ہے کہ ہم نیت سے متعلق شرعی نقطہ نظر سے واقف نہیں، اس لیے ذیل میں نیت سے متعلق صحیح احکام ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے لیے سہولت رہے۔

نماز کی نیت کے مسائل

نماز کے لیے نیت کا حکم:

نماز کے لیے نیت فرض ہے۔ (ردالمحتار)

نیت کی حقیقت:

نماز کے لیے نیت کرنا فرض ہے۔ نیت در حقیقت دل کے ارادے اور عزم کا نام ہے، حقیقی نیت دل ہی کی ہوتی ہے اور اسی کا اعتبار ہوتا ہے، اس لیے دل میں نیت کرلینا کافی ہے۔ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں، البتہ اگر کوئی زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کرلے تب بھی درست، بلکہ نیت کرنے میں دل اور زبان دونوں کو یکجا کرنے کے اعتبار سے اچھا بھی ہے۔

جب ایک شخص کوئی نماز شروع کررہا ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے دل میں اُس نماز سے متعلق نیت

ہوتی ہی ہے کہ وہ کونسی نماز ادا کر رہا ہے؟ اس کی کتنی رکعات ہیں؟ امام کی اقتدا میں ہے یا تنہا ادا کر رہا ہے؟ یہ تمام باتیں ارادے اور عزم کے طور پر اس کے دل میں ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ کہتے وقت کوئی شخص اس کو روک کر کہے کہ آپ کونسی نماز ادا کر رہے ہیں؟ اس کی کتنی رکعات ہیں؟ اور امام کے پیچھے ہیں یا اکیلے؟ تو یہ نماز ادا کرنے والا شخص اس کو درست جواب ہی دے گا، گویا کہ زبان سے نیت کرنے کو آجکل ایک گھمبیر مسئلہ بنادیا گیا ہے جس کی وجہ سے نجانے کتنے مسلمان بھائی پریشانی کا شکار رہتے ہیں، اس لیے اس طرزِ عمل کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

نیت کے مختصر الفاظ:

نیت کرتے وقت کوشش یہ کرے کہ نیت طویل نہ ہو، بہت سے لوگ بلاوجہ طویل نیت کے عادی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے پریشانی اور وسوسوں میں مبتلا رہتے ہیں، حالاں کہ مختصر نیت بھی کافی ہے جیسے فرض نماز کی نیت یوں کرے: میں فجر کی دو رکعت فرض نماز ادا کرتا ہوں، یا: میں ظہر کی چار رکعت فرض نماز ادا کرتا ہوں۔ اگر جماعت کے ساتھ ہے تو یوں نیت کرے کہ: میں فجر کی دو رکعت فرض نماز ادا کرتا ہوں امام کے پیچھے۔ اور سنتوں کی نیت یوں کرے: میں ظہر کی چار رکعت سنت ادا کرتا ہوں، یا: میں مغرب کی دو رکعت سنت ادا کرتا ہوں۔ اور وتر کی نیت یوں کرے: میں تین رکعت وتر نماز ادا کرتا ہوں۔ اور نفل کی نیت یوں کرے: میں دو رکعت نفل ادا کرتا ہوں، یا: میں دو رکعت اشراق کی نماز ادا کرتا ہوں۔ اور قضا نماز کی نیت یوں کرے: میں ظہر کی چار رکعت قضا فرض نماز ادا کرتا ہوں، یا: میں فجر کی دو رکعت قضا فرض نماز ادا کرتا ہوں۔ اور اگر بہت سی نمازیں قضا ہو چکی ہوں تو یوں نیت کرے: میں ظہر کی پہلی چار رکعت قضا فرض نماز ادا کرتا ہوں، یا: میں فجر کی پہلی دو رکعت قضا فرض نماز ادا کرتا ہوں۔ اسی طرح ہر قضا نماز ادا کرتے وقت پہلی نماز کا ذکر کرے۔ نمونے کے طور پر نیت کے کچھ الفاظ تحریر کر دیے ہیں تا کہ سہولت رہے۔

زبان سے نیت کرنا مشکل ہو تو؟؟

اگر کسی کو زبان سے نیت کرنے میں مشکل پیش آتی ہو تو دل ہی دل میں نیت کرلیا کرے کہ اصل نیت تو دل ہی کی نیت ہوتی ہے۔

زبان سے نیت کرتے وقت غلطی ہو جانے کا حکم:

اگر کسی کے دل میں صحیح نیت ہو لیکن زبان سے نیت کرتے وقت اس سے غلطی ہو جائے جیسے عصر کی جگہ مغرب کہہ دیا، یا چار رکعات کی جگہ تین کہہ دیا تو اس سے نماز پر کچھ فرق نہیں پڑتا بلکہ نماز بالکل درست ہے۔

نیت کرنے میں شک ہو جانے کا حکم:

بعض لوگوں کو نیت کے بارے میں شک کی بیماری لگ جاتی ہے کہ وہ بار بار نیت کرتے ہیں اور غلطی ہو جانے پر نماز توڑتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ نیت نہیں ہوئی، تو ایسے حضرات کو چاہیے کہ وہ شک کی طرف ہر گز توجہ نہ دیا کریں کیوں کہ شک کی طرف جتنی بھی توجہ دی جائے تو شک اتنا ہی بڑھتا ہے، اسی طرح ان کو چاہیے کہ وہ زبان سے نیت نہ کریں بلکہ دل ہی میں نیت کرلیا کریں تاکہ یہ شک ختم ہو سکے۔ جہاں تک زبان کی نیت میں غلطی ہو جانے کا تعلق ہے تو ما قبل میں اس کا حکم بیان ہو چکا کہ جب دل میں نیت صحیح ہے تو زبان کی غلطی سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

نماز جنازہ کی نیت کا حکم:

1۔ نماز جنازہ کی نیت کا بھی یہی حکم ہے کہ دل میں نیت کرلینا کافی ہے کہ میں نابالغ بچے کی نماز جنازہ ادا کر رہا ہوں یا بالغ کی نماز جنازہ ادا کر رہا ہوں اور امام کی اقتدا میں ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ جب ایک آدمی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے دل میں نیت ہوتی ہی ہے کہ جس کی نماز جنازہ ادا کر رہا ہوں وہ بالغ ہے یا نابالغ، بچہ ہے یا بچی، اور امام ہی کے پیچھے نماز جنازہ ادا کر رہا ہوں؛ یہ ساری باتیں دل میں ہوتی ہیں، بس اسی کا نام نیت

ہے، اور اسی بنیاد پر نماز شروع کر دی جائے۔

2: اگر زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے ہوں تو ہر شخص اپنی اپنی زبان میں بھی نیت کے الفاظ ادا کر سکتا ہے جیسا کہ اوپر نیت گزری۔ عربی میں نیت کرنا جائز تو ہے لیکن ضروری نہیں، آجکل نمازِ جنازہ کی عربی نیت کے جو الفاظ لوگوں میں مشہور ہیں وہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی فضیلت، افسوس کہ بعض لوگ نمازِ جنازہ صرف اسی لیے نہیں پڑھتے کہ ہمیں نیت نہیں آتی، ظاہر ہے کہ غیر شرعی طرزِ عمل ہے، البتہ اگر کوئی شخص نیت کے ان عربی الفاظ کے معنی سمجھ کر انہی کے ساتھ نیت کرنا چاہتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن ان کو سنت یا ضروری نہ سمجھے۔

فائدہ:

نیت سے متعلق مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ نماز کی نیت نہایت ہی آسان عمل ہے، یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کہ مشکل ہو اور کسی کو نہ آتی ہو، اس لیے نیت کے حوالے سے ماقبل میں بیان کردہ تفصیلات پر عمل کرتے ہوئے تمام تر غلط فہمیاں دور ہو جانی چاہییں۔

فقہی عبارات

- الدر المختار میں ہے:

(وَ) الْخَامِسُ: (النِّيَّةُ) بِالْإِجْمَاعِ (وَهِيَ الْإِرَادَةُ) الْمُرَجِّحَةُ لِأَحَدِ الْمُتَسَاوِيَيْنِ أَيْ إرَادَةُ الصَّلَاةِ لِلهِ تَعَالَى عَلَى الْخُلُوصِ، (لَا) مُطْلَقُ (الْعِلْمِ) فِي الْأَصَحِّ، أَلَا تَرَى أَنَّ مَنْ عَلِمَ الْكُفْرَ لَا يَكْفُرُ، وَلَوْ نَوَاهُ يَكْفُرُ، (وَالْمُعْتَبَرُ فِيهَا عَمَلُ الْقَلْبِ اللَّازِمِ لِلْإِرَادَةِ) فَلَا عِبْرَةَ لِلذِّكْرِ بِاللِّسَانِ إنْ خَالَفَ الْقَلْبَ؛ لِأَنَّهُ كَلَامٌ لَا نِيَّةَ إلَّا إذَا عَجَزَ عَنْ إحْضَارِهِ لِهُمُومٍ أَصَابَتْهُ فَيَكْفِيهِ اللِّسَانُ، «مُجْتَبَى»، (وَهُوَ) أَيْ عَمَلُ الْقَلْبِ (أَنْ يَعْلَمَ) عِنْدَ الْإِرَادَةِ (بَدَاهَةً) بِلَا تَأَمُّلٍ (أَيَّ صَلَاةٍ يُصَلِّي) فَلَوْ لَمْ يَعْلَمْ إلَّا بِتَأَمُّلٍ لَمْ يَجُزْ. (وَالتَّلَفُّظُ) عِنْدَ الْإِرَادَةِ (بِهَا مُسْتَحَبٌّ) هُوَ الْمُخْتَارُ، وَتَكُونُ بِلَفْظِ الْمَاضِي وَلَوْ فَارِسِيًّا؛ لِأَنَّهُ الْأَغْلَبُ فِي الْإِنْشَاءَاتِ، وَتَصِحُّ بِالْحَالِ، «قُهُسْتَانِيٌّ»، (وَقِيلَ: سُنَّةٌ) يَعْنِي أَحَبَّهُ السَّلَفُ أَوْ سَنَّهُ عُلَمَاؤُنَا؛ إذْ لَمْ يُنْقَلْ عَنِ الْمُصْطَفَى ﷺ وَلَا الصَّحَابَةِ وَلَا التَّابِعِينَ، بَلْ قِيلَ: بِدْعَةٌ.

- ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَهِيَ الْإِرَادَةُ) النِّيَّةُ لُغَةً: الْعَزْمُ، وَالْعَزْمُ: هُوَ الْإِرَادَةُ الْجَازِمَةُ الْقَاطِعَةُ، وَالْإِرَادَةُ صِفَةٌ تُوجِبُ تَخْصِيصَ الْمَفْعُولِ بِوَقْتٍ وَحَالٍ دُونَ غَيْرِهِمَا: أَيْ تُرَجِّحُ أَحَدَ الْمُسْتَوِيَيْنِ وَتُخَصِّصُهُ بِوَقْتٍ وَحَالٍ أَيْ كَيْفِيَّةٍ وَحَالَةٍ مَخْصُوصَةٍ، وَبِهِ عُلِمَ أَنَّ النِّيَّةَ لَيْسَتْ مُطْلَقَ الْإِرَادَةِ، بَلْ هِيَ الْإِرَادَةُ الْجَازِمَةُ، (قَوْلُهُ: الْمُرَجِّحَةُ) نَعْتٌ لِلْإِرَادَةِ قَصَدَ بِهِ تَفْسِيرَهَا ح، (قَوْلُهُ: أَيْ إرَادَةُ الصَّلَاةِ إلَخْ) لَمَّا عَرَّفَ مُطْلَقَ النِّيَّةِ بَيَّنَ الْمَعْنَى الْمُرَادَ بِهَا هُنَا الَّذِي هُوَ مِنْ شُرُوطِ الصَّلَاةِ، وَإِلَّا فَالنِّيَّةُ غَيْرُ خَاصَّةٍ بِالصَّلَاةِ. قَالَ ط: وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ: «عَلَى الْخُلُوصِ» الْإِخْلَاصُ لِلّٰهِ تَعَالَى عَلَى مَعْنَى أَنَّهُ لَا يُشْرَكُ مَعَهُ غَيْرُهُ فِي الْعِبَادَةِ اهـ.

(قَوْلُهُ: لَا مُطْلَقُ الْعِلْمِ إلَخْ) أَيْ لَيْسَتْ النِّيَّةُ مُطْلَقَ الْعِلْمِ بِالْمَنْوِيِّ: أَيْ سَوَاءٌ كَانَ مَعَ قَصْدٍ وَإِرَادَةٍ جَازِمَةٍ أَوْ لَا، وَهَذَا رَدٌّ عَلَى مَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ مِنْ أَنَّهُ إذَا عَلِمَ عِنْدَ الشُّرُوعِ أَيَّ صَلَاةٍ يُصَلِّي فَهَذَا الْقَدْرُ نِيَّةٌ، وَكَذَا فِي الصَّوْمِ، كَمَا أَوْضَحَهُ فِي «الدُّرَرِ»: قَالَ فِي «الْأَحْكَامِ»: لَكِنْ فِي «الْمِفْتَاحِ» وَ«شَرْحِ ابْنِ مَالِكٍ»: أَنَّ مُرَادَ ذَلِكَ الْقَائِلِ أَنَّ مَنْ قَصَدَ صَلَاةً فَعَلِمَ أَنَّهَا ظُهْرٌ أَوْ عَصْرٌ أَوْ نَفْلٌ أَوْ قَضَاءٌ يَكُونُ ذَلِكَ نِيَّةً فَلَا يَحْتَاجُ إلَى نِيَّةٍ أُخْرَى لِلتَّعْيِينِ إذَا وَصَلَهَا بِالتَّحْرِيمَةِ، وَفِيمَا أَوْرَدَهُ لَمْ يُوجَدْ قَصْدٌ إلَى الْكُفْرِ، وَهَذَا الْقَائِلُ لَمْ يَدَّعِ أَنَّ مُطْلَقَ الْعِلْمِ بِشَيْءٍ يَكُونُ نِيَّةً، فَلَا يَرِدُ عَلَيْهِ الِاعْتِرَاضُ. اهـ. قُلْت: وَحَاصِلُهُ أَنَّ النِّيَّةَ الَّتِي هِيَ الْإِرَادَةُ الْجَازِمَةُ لَمَّا كَانَتْ لَا تَتَحَقَّقُ إلَّا بِتَصَوُّرِ الْمُرَادِ وَعِلْمِهِ وَكَانَ ذَلِكَ شَرْطًا لِصِحَّتِهَا شَرْعًا وَلَازِمًا لَهَا لُغَةً اُقْتُصِرَ عَلَيْهِ. (قَوْلُهُ: وَالْمُعْتَبَرُ فِيهَا عَمَلُ الْقَلْبِ) أَيْ أَنَّ الشَّرْطَ الَّذِي تَتَحَقَّقُ بِهِ النِّيَّةُ وَيُعْتَبَرُ فِيهَا شَرْعًا الْعِلْمُ بِالشَّيْءِ بَدَاهَةً النَّاشِئُ ذَلِكَ الْعِلْمُ عَنِ الْإِرَادَةِ الْجَازِمَةِ لَا مُطْلَقُ الْعِلْمِ وَلَا مُجَرَّدُ الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ مَعْنَى النِّيَّةِ الْمُعْتَبَرَ فِي الشَّرْعِ هُوَ الْعِلْمُ الْمَذْكُورُ، وَهَذَا مَعْنَى مَا نُقِلَ عَنِ ابْنِ سَلَمَةَ كَمَا قَدَّمْنَاهُ؟ وَأَمَّا قَوْلُهُمْ: «لَا يَصِحُّ تَفْسِيرُ النِّيَّةِ بِالْعِلْمِ» فَالْمُرَادُ بِهِ مُطْلَقُ الْعِلْمِ الْخَالِي عَنِ الْقَصْدِ بِقَرِينَةِ الِاعْتِرَاضِ الْمَارِّ فَافْهَمْ، لَكِنْ فِي جَعْلِهِ الْعِلْمَ مِنْ أَعْمَالِ الْقَلْبِ مُسَامَحَةٌ؛ لِأَنَّ الْعِلْمَ مِنْ الْكَيْفِيَّاتِ النَّفْسَانِيَّةِ كَمَا حُقِّقَ فِي مَوْضِعِهِ، (قَوْلُهُ: إنْ خَالَفَ الْقَلْبَ) فَلَوْ قَصَدَ الظُّهْرَ وَتَلَفَّظَ بِالْعَصْرِ سَهْوًا أَجْزَأَهُ كَمَا فِي «الزَّاهِدِيِّ»، قُهُسْتَانِيٌّ. (قَوْلُهُ: فَيَكْفِيهِ اللِّسَانُ) أَيْ بَدَلًا عَنِ النِّيَّةِ ..... (قَوْلُهُ: أَنْ يَعْلَمَ عِنْدَ الْإِرَادَةِ إلَخْ) قَالَ الزَّيْلَعِيُّ: وَأَدْنَاهُ أَنْ يَصِيرَ بِحَيْثُ لَوْ سُئِلَ عَنْهَا أَمْكَنَهُ أَنْ يُجِيبَ مِنْ غَيْرِ فِكْرٍ. اهـ وَاعْتَرَضَهُ

فِي «الْبَحْرِ» بِأَنَّ هَذَا قَوْلُ ابْنِ سَلَمَةَ، وَمُقْتَضَاهُ لُزُومُ الِاسْتِحْضَارِ فِي أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ وَعِنْدَ الشُّرُوعِ. وَالْمَذْهَبُ جَوَازُهَا بِنِيَّةٍ مُتَقَدِّمَةٍ بِشَرْطِهَا الْمُتَقَدِّمِ وَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْجَوَابِ بِلَا تَفَكُّرٍ اهـ. أَقُولُ: أَنْتَ خَبِيرٌ بِمَا قَدَّمْنَاهُ بِأَنَّ قَوْلَ ابْنِ سَلَمَةَ هُوَ لُزُومُ الِاسْتِحْضَارِ عِنْدَ الشُّرُوعِ، وَلَيْسَ فِي كَلَامِ الزَّيْلَعِيِّ اشْتِرَاطُ ذَلِكَ، بَلْ هُوَ بَيَانٌ لِأَدْنَى الْعِلْمِ الْمُعْتَبَرِ فِي النِّيَّةِ اللَّازِمِ لَهَا سَوَاءٌ تَقَدَّمَتْ أَوْ قَارَنَتْ الشُّرُوعَ، وَلِدَفْعِ هَذَا التَّوَهُّمِ قَالَ الشَّارِحُ: عِنْدَ الْإِرَادَةِ أَيْ النِّيَّةِ ثُمَّ رَأَيْت ط نَبَّهَ عَلَى ذَلِكَ. (قَوْلُهُ: وَتَكُونُ بِلَفْظِ الْمَاضِي) مِثْلَ: نَوَيْت صَلَاةَ كَذَا؟ (قَوْلُهُ: لِأَنَّهُ) أَيِ الْمَاضِيَ. (قَوْلُهُ: فِي الْإِنْشَاءَاتِ) كَالْعُقُودِ وَالْفُسُوخِ، ط. (قَوْلُهُ: وَتَصِحُّ بِالْحَالِ) أَيِ الْمُضَارِعِ الْمَنْوِيِّ بِهِ الْحَالَ مِثْلَ أُصَلِّي صَلَاةَ كَذَا. (قَوْلُهُ: وَقِيلَ: سُنَّةٌ) عَزَاهُ فِي «التُّحْفَةِ» وَ«الِاخْتِيَارِ» إلَى مُحَمَّدٍ، وَصَرَّحَ فِي «الْبَدَائِعِ» بِأَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهُ مُحَمَّدٌ فِي «الصَّلَاةِ» بَلْ فِي «الْحَجِّ»، فَحَمَلُوا الصَّلَاةَ عَلَى الْحَجِّ، وَاعْتَرَضَهُمْ فِي «الْحِلْيَةِ» بِمَا ذَكَرَهُ جَمَاعَةٌ مِنْ مَشَايِخِنَا مِنْ أَنَّ الْحَجَّ لَمَّا كَانَ مِمَّا يَمْتَدُّ وَتَقَعُ فِيهِ الْعَوَارِضُ وَالْمَوَانِعُ وَيَحْصُلُ بِأَفْعَالٍ شَاقَّةٍ اُسْتُحِبَّ فِيهِ طَلَبُ التَّيْسِيرِ وَالتَّسْهِيلِ، وَلَمْ يُشْرَعْ مِثْلُهُ فِي الصَّلَاةِ؛ لِأَنَّ وَقْتَهَا يَسِيرٌ اهـ فَهَذَا صَرِيحٌ فِي نَفْيِ قِيَاسِ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَجِّ اهـ، وَأَقَرَّهُ فِي «الْبَحْرِ» وَغَيْرِهِ. (قَوْلُهُ: يَعْنِي إلَخْ) أَشَارَ بِهِ لِلِاعْتِرَاضِ عَلَى الْمُصَنِّفِ بِأَنَّ مَعْنَى الْقَوْلَيْنِ وَاحِدٌ، سُمِّيَ مُسْتَحَبًّا بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ أَحَبَّهُ عُلَمَاؤُنَا، وَسُنَّةً بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ طَرِيقَةٌ حَسَنَةٌ لَهُمْ لَا طَرِيقَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ كَمَا حَرَّرَهُ فِي «الْبَحْرِ»، ح. (قَوْلُهُ: إذْ لَمْ يُنْقَلْ إلَخْ) فِي «الْفَتْحِ» عَنْ بَعْضِ الْحُفَّاظِ لَمْ يَثْبُتْ عَنْهُ ﷺ مِنْ طَرِيقٍ صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الِافْتِتَاحِ: أُصَلِّي كَذَا وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِن الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، زَادَ فِي «الْحِلْيَةِ»: وَلَا عَن الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعِ، بَلِ الْمَنْقُولُ: «أَنَّهُ ﷺ كَانَ إذَا قَامَ إلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ». (قَوْلُهُ: بَلْ قِيلَ بِدْعَةٌ) نَقَلَهُ فِي «الْفَتْحِ»: وَقَالَ فِي «الْحِلْيَةِ»: وَلَعَلَّ الْأَشْبَهَ أَنَّهُ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ عِنْدَ قَصْدِ جَمْعِ الْعَزِيمَةِ؛ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَغْلِبُ عَلَيْهِ تَفَرُّقُ خَاطِرِهِ، وَقَد اسْتَفَاضَ ظُهُورُ الْعَمَلِ بِهِ فِي كَثِيرٍ مِن الْأَعْصَارِ فِي عَامَّةِ الْأَمْصَارِ فَلَا جَرَمَ أَنَّهُ ذَهَبَ فِي «الْمَبْسُوطِ» وَ«الْهِدَايَةِ» وَ«الْكَافِي» إلَى أَنَّهُ إنْ فَعَلَهُ لِيَجْمَعَ عَزِيمَةَ قَلْبِهِ فَحَسَنٌ، فَيَنْدَفِعُ مَا قِيلَ: إنَّهُ يُكْرَهُ. اهـ. (باب شروط الصلاة)

نماز کی رکعتوں میں شک ہو جانے کا حکم اور اس کا حل

نماز میں شک پیدا ہونے کی افسوس ناک صورتحال:

نماز ادا کرتے ہوئے بہت سے لوگوں کو کسی مرحلے میں شک پیدا ہو جاتا ہے کہ فلاں رکن ادا کیا یا نہیں کیا، فلاں عمل ایک بار کیا یا دو بار کیا، اسی طرح یہ شک بھی عام ہے کہ کتنی رکعات ادا کی ہیں؟ اور یہ شک پیدا ہونے کا مسئلہ بکثرت پیش آنے لگا ہے بلکہ افسوس ناک حد تک بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

نماز میں شک پیدا ہونے کی ایک بڑی وجہ:

نماز میں شک پیدا ہونے کی متعدد وجوہات ہوتی ہیں، جن میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نماز جیسی عظیم عبادت بھرپور توجہ اور دھیان کے ساتھ ادا نہیں کرتے، بلکہ نماز کے دوران ہم مختلف سوچوں میں مگن رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں ہم بھول جاتے ہیں اور اسی سے شک وجود پاتا ہے۔

نماز میں شک ہو جانے سے متعلق ایک غلطی کی اِصلاح:

چوں کہ ہمارے ہاں دینی تعلیمات تفصیلی طور پر سیکھنے کا عمومی مزاج نہیں اس لیے انھیں یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ نماز میں شک ہو جانے کے بعد کیا کرنا چاہیے، بلکہ وہ اپنی طرف سے ایک خود ساختہ حل تجویز کر کے نماز پوری کر لیتے ہیں! حالاں کہ یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس سے متعلق تفصیلی علم حاصل کرے۔

نماز میں شک سے بچنے کا ایک آسان حل:

ما قبل سے یہ بات واضح ہوئی کہ جب نماز دھیان اور توجہ سے ادا نہ کی جائے تو اس میں شک پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، اس لیے اگر ہم نماز کو بھرپور دھیان اور توجہ سے سنت کے مطابق ادا کریں گے تو بہت سے وساوس اور شک خود بخود ختم ہو جائیں گے ان شاءاللہ۔

ذیل میں نماز کی رکعات میں شک ہو جانے سے متعلق مسئلہ تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ شک پیدا ہو جانے کی صورت میں اس کے مطابق عمل کیا جاسکے۔

نماز کی رکعتوں میں شک ہو جانے کا حکم:

اگر کسی کو نماز ہی میں نماز کی رکعات سے متعلق شک ہو جائے کہ کتنی رکعات ادا کی ہیں، تو اگر اس کو اتفاق سے شک ہوا ہو تو سلام پھیر کر نماز ختم کر کے دوبارہ سے شروع کرے، لیکن اگر اس کو شک ہوتا رہتا ہو جیسا کہ آجکل بہت سے حضرات کو بکثرت شک ہونے کی بیماری ہوتی ہے تو ایسی صورت میں وہ غالب گمان پر عمل کرے، جس طرف زیادہ دل مائل ہو جائے تو اسی کو اپنائے، لیکن اگر غالب گمان نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں وہ یقینی پہلو کو لے یعنی اگر ایک اور دو رکعات میں شک ہو تو چونکہ ایک یقینی ہے اس لیے ایک ہی کو اختیار کرے، اسی طرح دو اور تین رکعات میں شک ہو تو دو کو، اور اگر تین اور چار میں شک ہو تو تین کو اختیار کرے اور ان سب صورتوں میں آخر میں سجدہ سہو بھی کرے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

- اگر یہ شک ہو کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اس کو ایک رکعت ہی سمجھ لے، البتہ اس پہلی رکعت میں بھی بیٹھ کر التحیات اور تشہد پڑھے، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری رکعت ہو، پھر جب دوسری رکعت ادا کرے تو اس میں فاتحہ کے بعد سورت بھی ملالے اور اس میں بھی بیٹھ کر التحیات اور تشہد پڑھے، پھر تیسری رکعت ادا کر کے اس میں بھی بیٹھ جائے، پھر چوتھی رکعت ادا کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔
- اگر یہ شک ہو کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری، تو ایسی صورت میں دوسری رکعت میں بھی بیٹھ کر التحیات اور تشہد پڑھے، اسی طرح تیسری رکعت میں بھی بیٹھ کر التحیات اور تشہد پڑھے، پھر چوتھی رکعت ادا کر کے آخر میں سجدہ سہو کر لے۔
- اگر یہ شک ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار، تو اس کو تین رکعات ہی سمجھے، اور ایک رکعت اور مِلالے، لیکن اس صورت میں تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر التحیات اور تشہد پڑھے، پھر چوتھی رکعت ادا کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔

نماز کے بعد رکعات سے متعلق شک ہو جانے کا حکم:

اگر نماز کے بعد رکعات سے متعلق شک ہو جائے کہ جیسے تین رکعات ادا کی ہیں یا چار، تو اس شک کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ نماز درست ہے۔ البتہ اگر اس کو یقین ہو جائے کہ واقعی ایک رکعت باقی ہے تو اگر اس نے سلام کے بعد باتیں نہ کی ہوں، یا اس کا سینہ قبلے سے نہ پھرا ہو یا کوئی اور ایسا کام نہ کیا ہو جو نماز کو توڑ دیتا ہو تو اٹھ کر وہ رکعت مکمل کر لے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ (ملاحظہ فرمائیں: رد المحتار، بہشتی زیور)

فقہی عبارات

- الدر المختار میں ہے:

(وَإِذَا شَكَّ) فِي صَلَاتِهِ (مَنْ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ) أَيِ الشَّكُّ (عَادَةً لَهُ) وَقِيلَ: مَنْ لَمْ يَشُكَّ فِي صَلَاةٍ قَطُّ بَعْدَ بُلُوغِهِ، وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ، «بَحْرٌ» عَنِ «الْخُلَاصَةِ». (كَمْ صَلَّى اسْتَأْنَفَ) بِعَمَلٍ مُنَافٍ وَبِالسَّلَامِ قَاعِدًا أَوْلَى؛ لِأَنَّهُ الْمُحَلِّلُ، (وَإِنْ كَثُرَ) شَكُّهُ (عَمِلَ بِغَالِبِ ظَنِّهِ إِنْ كَانَ) لَهُ ظَنٌّ؛ لِلْحَرَجِ، (وَإِلَّا أَخَذَ بِالْأَقَلِّ)؛ لِتَيَقُّنِهِ (وَقَعَدَ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ تَوَهَّمَهُ مَوْضِعَ قُعُودِهِ) وَلَوْ وَاجِبًا؛ لِئَلَّا يَصِيرَ تَارِكًا فَرْضَ الْقُعُودِ أَوْ وَاجِبَهُ.

- رد المحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَإِذَا شَكَّ) هُوَ تَسَاوِي الْأَمْرَيْنِ، «بَحْرٌ» وَقَدَّمْنَاهُ، (قَوْلُهُ: فِي صَلَاتِهِ) قَالَ فِي «فَتْحِ الْقَدِيرِ»: قَيَّدَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ شَكَّ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْهَا أَوْ بَعْدَ مَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ لَا يُعْتَبَرُ، إِلَّا إِذَا وَقَعَ فِي التَّعْيِينِ فَقَطْ بِأَنْ تَذَكَّرَ بَعْدَ الْفَرَاغِ أَنَّهُ تَرَكَ فَرْضًا وَشَكَّ فِي تَعْيِينِهِ قَالُوا: يَسْجُدُ سَجْدَةً ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَةً بِسَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ؛ لِاحْتِمَالِ أَنَّ الْمَتْرُوكَ الرُّكُوعُ فَيَكُونُ السُّجُودُ لَغْوًا بِدُونِهِ، فَلَا بُدَّ مِنْ رَكْعَةٍ بِسَجْدَتَيْنِ. اهـ. قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَلَا حَاجَةَ إِلَى هَذَا الِاسْتِثْنَاءِ؛ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِي الشَّكِّ بَعْدَ الْفَرَاغِ وَهَذَا تَيَقَّنَ تَرْكَ رُكْنٍ غَيْرَ أَنَّهُ شَكَّ فِي تَعْيِينِهِ، نَعَمْ يُسْتَثْنَى مَا فِي «الْخُلَاصَةِ»: لَوْ أَخْبَرَهُ عَدْلٌ بَعْدَ السَّلَامِ أَنَّكَ صَلَّيْتَ الظُّهْرَ ثَلَاثًا

وَشَكَّ فِي صِدْقِهِ يُعِيدُ احْتِيَاطًا؛ لِأَنَّ الشَّكَّ فِي صِدْقِهِ شَكٌّ فِي الصَّلَاةِ. (قَوْلُهُ: مَنْ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ عَادَةً لَهُ) هَذَا قَوْلُ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيِّ، وَاخْتَارَهُ فِي «الْبَدَائِعِ»، وَنَصَّ فِي «الذَّخِيرَةِ» عَلَى أَنَّهُ الْأَشْبَهُ. قَالَ فِي «الْحِلْيَةِ»: وَهُوَ كَذَلِكَ. وَقَالَ فَخْرُ الْإِسْلَامِ: مَنْ لَمْ يَقَعْ لَهُ فِي هَذِهِ الصَّلَاةِ، وَاخْتَارَهُ ابْنُ الْفَضْلِ. (قَوْلُهُ: وَقِيلَ إلَخْ) ثَمَرَةُ الْخِلَافِ تَظْهَرُ فِيمَا لَوْ سَهَا فِي صَلَاتِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَاسْتَقْبَلَ ثُمَّ لَمْ يَسْهُ سِنِينَ ثُمَّ سَهَا، فَعَلَى قَوْلِ السَّرَخْسِيِّ يَسْتَأْنِفُ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنْ عَادَتِهِ، وَإِنَّمَا حَصَلَ لَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَالْعَادَةُ إنَّمَا هِيَ مِنَ الْمُعَاوَدَةِ أَيْ وَالشَّرْطُ أَنْ لَا يَكُونَ مُعْتَادًا لَهُ قَبْلَ هَذِهِ الصَّلَاةِ، وَكَذَا عَلَى قَوْلِ فَخْرِ الْإِسْلَامِ، خِلَافًا لِمَا وَقَعَ فِي «السِّرَاجِ» مِنْ أَنَّهُ يَتَحَرَّى كَمَا يَتَحَرَّى عَلَى الْقَوْلِ الثَّالِثِ كَمَا فِي «الْبَحْرِ». وَفِي عِبَارَةِ «النَّهْرِ» هُنَا سَهْوٌ فَاجْتَنِبْهُ. (قَوْلُهُ: كَمْ صَلَّى) أَشَارَ بِالْكَمِّيَّةِ إلَى أَنَّ الشَّكَّ فِي الْعَدَدِ، فَلَوْ فِي الصِّفَةِ كَمَا لَوْ شَكَّ فِي ثَانِيَةِ الظُّهْرِ أَنَّهُ فِي الْعَصْرِ وَفِي الثَّالِثَةِ أَنَّهُ فِي التَّطَوُّعِ وَفِي الرَّابِعَةِ أَنَّهُ فِي الظُّهْرِ، قَالُوا: يَكُونُ فِي الظُّهْرِ، وَلَا عِبْرَةَ بِالشَّكِّ، وَتَمَامُهُ فِي «الْبَحْرِ». (قَوْلُهُ: اسْتَأْنَفَ بِعَمَلٍ مَنَافٍ إلَخْ) فَلَا يَخْرُجُ بِمُجَرَّدِ النِّيَّةِ، كَذَا قَالُوا. وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ الْعَمَلِ فَلَوْ لَمْ يَأْتِ بِمُنَافٍ وَأَكْمَلَهَا عَلَى غَالِبِ ظَنِّهِ لَمْ تَبْطُلْ إلَّا أَنَّهَا تَكُونُ نَفْلًا وَيَلْزَمُهُ أَدَاءُ الْفَرْضِ، وَلَوْ كَانَتْ نَفْلًا يَنْبَغِي أَنْ يَلْزَمَهُ قَضَاؤُهُ وَإِنْ أَكْمَلَهَا لِوُجُوبِ الِاسْتِئْنَافِ عَلَيْهِ، «بَحْرٌ»، وَأَقَرَّهُ فِي «النَّهْرِ» وَالْمَقْدِسِيُّ. (قَوْلُهُ: وَإِنْ كَثُرَ شَكُّهُ) بِأَنْ عَرَضَ لَهُ مَرَّتَيْنِ فِي عُمْرِهِ عَلَى مَا عَلَيْهِ أَكْثَرُهُمْ، أَوْ فِي صَلَاتِهِ عَلَى مَا اخْتَارَهُ فَخْرُ الْإِسْلَامِ. وَفِي «الْمُجْتَبَى»: وَقِيلَ: مَرَّتَيْنِ فِي سَنَةٍ، وَلَعَلَّهُ عَلَى قَوْلِ السَّرَخْسِيِّ، «بَحْرٌ» وَ«نَهْرٌ». (قَوْلُهُ: لِلْحَرَجِ) أَيْ فِي تَكْلِيفِهِ بِالْعَمَلِ بِالْيَقِينِ. (قَوْلُهُ: وَإِلَّا) أَيْ وَإِنْ لَمْ يَغْلِبْ عَلَى ظَنِّهِ شَيْءٌ، فَلَوْ شَكَّ أَنَّهَا أُولَى الظُّهْرِ أَوْ ثَانِيَتُهُ يَجْعَلُهَا الْأُولَى ثُمَّ يَقْعُدُ؛ لِاحْتِمَالِ أَنَّهَا الثَّانِيَةُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَةً ثُمَّ يَقْعُدُ لِمَا قُلْنَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَةً وَيَقْعُدُ؛ لِاحْتِمَالِ أَنَّهَا الرَّابِعَةُ ثُمَّ يُصَلِّي أُخْرَى وَيَقْعُدُ لِمَا قُلْنَا، فَيَأْتِي بِأَرْبَعِ قَعَدَاتٍ قَعْدَتَانِ مَفْرُوضَتَانِ وَهُمَا الثَّالِثَةُ وَالرَّابِعَةُ، وَقَعْدَتَانِ وَاجِبَتَانِ؛ وَلَوْ شَكَّ أَنَّهَا الثَّانِيَةُ أَوِ الثَّالِثَةُ أَتَمَّهَا وَقَعَدَ ثُمَّ صَلَّى أُخْرَى وَقَعَدَ ثُمَّ الرَّابِعَةَ وَقَعَدَ، وَتَمَامُهُ فِي «الْبَحْرِ» وَسَيُذْكَرُ عَنِ «السِّرَاجِ» أَنَّهُ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ. (قَوْلُهُ: وَلَوْ وَاجِبًا) مَعْطُوفٌ عَلَى مَحْذُوفٍ أَيْ: فَرْضًا كَانَ الْقُعُودُ

وَلَوْ وَاجِبًا أَوْ إِذَا كَانَ فَرْضًا وَلَوْ وَاجِبًا فَكَذَلِكَ عَلَى حَذْفِ جَوَابِ «لَو» الشَّرْطِيَّةِ فَالتَّعْلِيلُ نَاظِرٌ إِلَى الْمَذْكُورِ وَالْمَحْذُوفِ. هَذَا وَقَوْلُ «الْهِدَايَةِ» وَ«الْوِقَايَةِ» يَقْعُدُ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ يُتَوَهَّمُ أَنَّهُ آخِرُ صَلَاتِهِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَقْعُدُ عَلَى الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ، وَلِذَا نَسَبَهُ فِي «الْفَتْحِ» إِلَى الْقُصُورِ، وَاعْتَذَرَ عَنْهُ فِي «الْبَحْرِ» بِأَنَّ فِيهِ خِلَافًا فَلَعَلَّهُ بَنَاهُ عَلَى أَحَدِ الْقَوْلَيْنِ وَإِنْ كَانَ الظَّاهِرُ الْقُعُودَ مُطْلَقًا. اهـ. قُلْت: لَكِنْ فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ» عَن «الْمُضْمَرَاتِ» أَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّهُ لَا يَقْعُدُ عَلَى الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ؛ لِأَنَّهُ مُضْطَرٌّ بَيْنَ تَرْكِ الْوَاجِبِ وَإِتْيَانِ الْبِدْعَةِ، وَالْأَوَّلُ أَوْلَى مِن الثَّانِي، ثُمَّ قَالَ: لَكِنَّ فِيهِ اخْتِلَافَ الْمَشَايِخِ اهـ. أَقُولُ: يُؤَيِّدُ مَا فِي «الْفَتْحِ» مَا صَرَّحُوا بِهِ فِي عِدَّةِ كُتُبٍ أَنَّ مَا تَرَدَّدَ بَيْنَ الْبِدْعَةِ وَالْوَاجِب يَأْتِي بِهِ احْتِيَاطًا، بِخِلَافِ مَا تَرَدَّدَ بَيْنَ الْبِدْعَةِ وَالسُّنَّةِ.

(باب سجود السهو)

حرام وحلال سے متعلق وسوسوں کا حکم

اور حرام آمدنی والے شخص کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنے کا حکم

حرام کی بڑھتی ہوئی کثرت ایک افسوس ناک صورتحال:

ہر مسلمان سے شریعت کا یہ نہایت ہی اہم تقاضا ہے کہ وہ حرام کمائی اور حرام مال سے بالکلیہ اجتناب کرے، وہ خود بھی حرام مال استعمال نہ کرے اور کسی دوسرے شخص کے حرام مال سے دعوت اور ہدیہ بھی قبول نہ کرے، اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ البتہ موجودہ صورتحال میں ایک بڑا طبقہ ایسا ہے کہ ان کے نزدیک حرام وحلال کی تمیز کوئی اہمیت نہیں رکھتی، وہ مال کماتے ہوئے اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ یہ حلال ہے یا حرام، حتی کہ دوسروں کو ہدیہ دیتے یا دعوت کھلاتے وقت بھی اس کی رعایت نہیں کرتے کہ خود تو حرام میں مبتلا ہیں ہی لیکن کم از کم دوسروں کو تو حرام نہ کھلائیں، خصوصًا خوفِ خدا اور فکرِ آخرت سے سرشار ہو کر حرام سے بچنے والے مسلمانوں کو تو حرام ہرگز نہ کھلایا جائے تاکہ ان کو دین پر عمل پیرا ہونے میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے، لیکن یہ لوگ عمومًا کسی کے مقام ومرتبہ کی رعایت نہیں کرتے، گویا کہ حرام مال کمانے، اسے اپنے استعمال میں لانے اور دوسروں کو کھلانے میں ایک اِبتلائے عام ہوتا جارہا ہے۔

حرام کے عمومی اِبتلا میں حرام سے بچنے والوں کی پریشانی:

اسی تناظر میں یہ مسئلہ بھی بکثرت سامنے آتا ہے کہ ایک آدمی جو حرام سے بچنا چاہتا ہے اور اس کے لیے کوشش بھی کرتا ہے لیکن اس کے رشتہ دار، اَحباب یا دیگر متعلقین میں ایسے بھی متعدد لوگ ہوتے ہیں جو حرام کمائی سے دریغ نہیں کرتے حتی کہ دوسروں کی رعایت کیے بغیر حرام کھلا بھی دیتے ہیں، یہ یقینًا دین پر عمل پیرا ہونے والوں کے لیے اَلمناک مسئلہ ہے! ایسی صورتحال میں ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟ اور اس معاملے میں

شریعت کس قدر گنجائش دیتی ہے؟ یہ بہت ہی اہم سوالات ہیں۔اس پریشان کن اور افسوس ناک صورتحال میں سہولت اور گنجائش پر مبنی شریعت کی چند تعلیمات ذکر کی جاتی ہیں تاکہ صحیح صورتحال بھی واضح ہو جائے اور غلط فہمیاں بھی دور ہو جائیں۔

کسی چیز کے حرام ہونے کا یقینی علم حاصل کیجیے:

ہم جس چیز اور جس مال کو حرام سمجھ رہے ہیں اس کے بارے میں ہمیں اس بات کا یقینی علم ہونا چاہیے کہ واقعتًا یہ شریعت میں حرام ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ہم نے ماہرین اہلِ علم سے اس کا شرعی حکم معلوم کر لیا ہو، آج المیہ یہ ہے کہ بعض لوگ لاعلمی کی وجہ سے کسی چیز کو حرام سمجھ رہے ہوتے ہیں جیسا کہ بہت سے لوگ ادھار اور قسطوں پر کاروبار کی صورت میں قیمت کے اضافے کو بہر صورت سود سمجھتے ہیں جو کہ لاعلمی ہے۔جب یہ اصول ہم ذہن میں بٹھالیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ایسی متعدد چیزیں جن کو ہم حرام سمجھتے رہے وہ حلال ثابت ہوں گی یا کم از کم ان میں گنجائش اور سہولت نکل آئے گی اور اس طرح ہم ان کی پریشانی سے نجات پالیں گے۔

محض شک یا وسوسے سے کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا جا سکتا:

جو چیز شریعت میں حلال ہے اس کو محض وسوسے یا شک کی بنیاد پر حرام قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لیے اس کو حلال ہی سمجھا جائے گا۔اس سے ان حضرات کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے جو کسی دوسرے کے مال کو بغیر کسی صحیح دلیل کے محض اپنے وہم اور شک کی بنیاد پر حرام یا مشکوک قرار دے دیتے ہیں اور اس سے بچنے کو تقویٰ سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ واضح غلطی ہے، اور اگر کسی کے مال سے متعلق شک ہو بھی رہا ہو تو یہ شک بھی کسی ٹھوس دلیل اور صحیح علم کی بنیاد پر ہونا چاہیے، جو شک بلا کسی صحیح دلیل کے ہو تو اس کو محض وسوسہ یا وہم کہا جاتا ہے، جس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی اس کی بنیاد پر کسی چیز سے بچنے کا نام تقویٰ کہلایا جاسکتا ہے۔ایسے معاملے میں بھی یقین پر عمل کرتے ہوئے شک سے اجتناب کرنا چاہیے۔اس اصول پر عمل کرنے سے بھی ایسی متعدد چیزیں جن کو ہم حرام سمجھتے رہے وہ حلال ثابت ہوں گی اور اس طرح ہم ان کی پریشانی سے بھی نجات پالیں گے۔

بے جا تحقیق اور کھود کھرید میں نہ پڑیں:

شریعت نے حلال و حرام سے متعلق بلاوجہ اور بے جا تحقیق اور کھود کھرید کرنے کا ہمیں مکلَّف نہیں بنایا کہ ہم دوسروں کے مال کے حرام و حلال سے متعلق تحقیق کرتے پھریں، اس لیے اگر کوئی مسلمان کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کرے تو اس موقع پر اس شخص کی کمائی کی تحقیق میں پڑنا شریعت کا مزاج نہیں، کیوں کہ اوّل تو اگر بندہ اس طرح کی بے جا تحقیق میں پڑ جائے تو زندگی گزارنا مشکل بلکہ اجیرن ہو جائے گی کیوں کہ دین دوری اور دین بیزاری کے اس دور میں حرام میں عمومی اِبتلا ہے کہ جاننے والے جانتے ہیں کہ حرام معاشرے کی رگوں میں سرایت کر چکا ہے اور تحقیق کے نتیجے میں عین ممکن ہے کہ ہمارے لیے لقمہ لینا بھی مشکل ہو جائے!!

دوم یہ کہ بسا اوقات اس تحقیق و تفتیش سے نفرتیں، تنازعات اور رنجشیں جنم لیتی ہیں کیوں کہ کسی کے مال سے متعلق شک کرنا اور حلال و حرام کی تحقیق کرنا خصوصًا ان لوگوں کے لیے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے جو حرام سے بچنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس سے بہت ہی بُرا تاثر سامنے آتا ہے جیسا کہ واضح ہے۔

اس لیے جس چیز کا حرام ہونا یقینی طور پر معلوم ہو جائے اس سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے، اس کے علاوہ بے جا تحقیق میں نہیں پڑنا چاہیے۔

حدیث شریف سے ثبوت:

اس بارے میں ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جب تم میں سے کوئی کسی مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اس کو کھانا کھلائے تو اس کو چاہیے کہ کھا لیا کرے اور اس کے بارے میں اس سے تحقیق نہ کرے، اور اگر کچھ پلائے تو پی لیا کرے اور اس کے بارے میں تحقیق نہ کرے۔‘‘

- مسند احمد میں ہے:

٩١٨٤- عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَأَطْعَمَهُ طَعَامًا فَلْيَأْكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَلَا يَسْأَلْهُ عَنْهُ، فَإِنْ سَقَاهُ شَرَابًا مِنْ شَرَابِهِ فَلْيَشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ وَلَا يَسْأَلْهُ عَنْهُ».

- فیض القدیر میں اس روایت کی واضح تشریح موجود ہے:

٥٨٤- «إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم» لزيارة أو غيرها «فأطعمه» من «طعامه فليأكل» منه ندبا، هكذا هو ثابت في الحديث وإن كان صائما نفلا؛ جبرا لخاطره «ولا يسأل عنه» أي عن الطعام من أي وجه اكتسبه ليقف على حقيقة حله؛ فإن ذلك غير مكلف به ما لم تقو الشبهة في طعامه، والمراد: لا يسأل منه ولا من غيره، «وإن سقاه من شرابه فليشرب» منه أيضا «ولا يسأل عنه» كذلك؛ لأن السؤال عن ذلك يورث الضغائن ويوجب التباغض، والظاهر أن المسلم لا يطعمه ولا يسقيه إلا حلالا، فينبغي إحسان الظن وسلوك طريق النوادر فيتجنب عن إيذائه بسؤاله.

حرام آمدنی والے شخص کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنے کا حکم:

جس شخص کی آمدنی میں حرام بھی شامل ہو تو دو صورتوں میں اس کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا جائز ہے:

- اکثر آمدنی حلال ہو اور یہ علم نہ ہو کہ یہ حرام مال سے کھلا رہا ہے یا حلال مال سے۔
- اکثر یا کل آمدنی حرام ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ یہ حلال مال سے کھلا رہا ہے۔

جبکہ دو صورتوں میں اس کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں:

- آدھی یا اکثر آمدنی حرام ہو اور یہ علم نہ ہو کہ وہ کس مال سے کھلا رہا ہے۔
- اکثر یا کل آمدنی حلال ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ حرام مال سے کھلا رہا ہے۔(امداد الاَحکام)

ایک اہم تنبیہ:

اس تمام تفصیل کے بعد یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اگر کسی شخص کے رشتہ دار، عزیز و اقارب، احباب اور متعلقین میں سے کوئی حرام کمائی کے سنگین گناہ میں مبتلا ہو اور وہ ایسی دعوت کرے یا ہدیہ پیش کرے جس کو ماقبل کی تفصیل کے مطابق قبول کرنے کی گنجائش بھی ہو، لیکن جس کو دعوت دی جا رہی ہے اس کو اپنے اثر و رسوخ، خصوصی تعلق یا کسی اور وجہ سے یہ امید ہو کہ اگر ان کی دعوت اور ہدیہ قبول نہ کیا جائے تو یہ حرام سے باز آسکتا ہے تو ایسی صورت میں ان کی دعوت اور ہدیہ قبول نہ کرنا ہی مناسب اور بہتر ہے تاکہ وہ حرام جیسے سنگین گناہ سے باز آجائے، خصوصًا مقتدیٰ حضرات کو اس حکمت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

اور یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ ما قبل کی تفصیل کے مطابق ایسے حرام آمدنی والے لوگوں کی جائز دعوت یا ہدیہ قبول کرنے سے بھی احتراز بہتر معلوم ہوتا ہے جو اس کو بنیاد بنا کر اپنے حرام پر مطمئن ہو جاتے ہوں یا وہ پوری ڈھٹائی سے حرام کمائی میں مگن ہوں، تاکہ یہ احتراز ان سمیت دیگر لوگوں کے لیے بھی باعثِ فکر اور عبرت ہو۔

فقہی عبارات

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

الْبَابُ الثَّانِي عَشَرَ فِي الْهَدَايَا وَالضِّيَافَاتِ: أَهْدَى إلَى رَجُلٍ شيئًا أو أَضَافَهُ: إنْ كان غَالِبُ مَالِهِ من الْحَلَالِ فَلَا بَأْسَ إلَّا أَنْ يَعْلَمَ بِأَنَّهُ حَرَامٌ، فَإِنْ كان الْغَالِبُ هو الْحَرَامَ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَقْبَلَ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلَ الطَّعَامَ إلَّا أَنْ يُخْبِرَهُ بِأَنَّهُ حَلَالٌ وَرِثْتُهُ أو اسْتَقْرَضْتُهُ من رَجُلٍ كَذَا في «الْيَنَابِيعِ»، وَلَا يَجُوزُ قَبُولُ هَدِيَّةِ أُمَرَاءِ الْجَوْرِ؛ لِأَنَّ الْغَالِبَ في مَالِهِمُ الْحُرْمَةُ، إلَّا إذَا عَلِمَ أَنَّ أَكْثَرَ مَالِهِ حَلَالٌ بِأَنْ كان صَاحِبَ تِجَارَةٍ أو زَرْعٍ فَلَا بَأْسَ بِهِ؛ لِأَنَّ أَمْوَالَ الناس لَا تَخْلُو عن قَلِيلِ حَرَامٍ، فَالْمُعْتَبَرُ الْغَالِبُ وَكَذَا أَكْلُ طَعَامِهِمْ، كَذَا في «الِاخْتِيَارِ شَرْحِ الْمُخْتَارِ» ..... لَا يُجِيبُ دَعْوَةَ الْفَاسِقِ الْمُعْلِنِ لِيَعْلَمَ أَنَّهُ غَيْرُ رَاضٍ بِفِسْقِهِ، وَكَذَا دَعْوَةُ من كان غَالِبُ مَالِهِ من حَرَامٍ ما لم يُخْبَرْ أَنَّهُ حَلَالٌ، وَبِالْعَكْسِ يُجِيبُ ما لم يَتَبَيَّنْ عِنْدَهُ أَنَّهُ حَرَامٌ، كَذَا في «التُّمُرْتَاشِيِّ»، وفي «الرَّوْضَةِ»: يُجِيبُ دَعْوَةَ الْفَاسِقِ وَالْوَرَعُ أَنْ لَا يُجِيبَهُ، وَدَعْوَةُ الذي أَخَذَ الْأَرْضَ مُزَارِعَةً أو يَدْفَعُهَا على هذا، كَذَا في «الْوَجِيزِ» لِلْكَرْدَرِيِّ. آكِلُ الرِّبَا وَكَاسِبُ الْحَرَامِ أَهْدَى إلَيْهِ أو أَضَافَهُ وَغَالِبُ مَالِهِ حَرَامٌ لَا يَقْبَلُ وَلَا يَأْكُلُ ما لم يُخْبِرْهُ أَنَّ ذلك الْمَالَ أَصْلُهُ حَلَالٌ وَرِثَهُ أو اسْتَقْرَضَهُ، وَإِنْ كان غَالِبُ مَالِهِ حَلَالًا لَا بَأْسَ بِقَبُولِ هَدِيَّتِهِ وَالْأَكْلِ منها، كَذَا في «الْمُلْتَقَطِ».

(كِتَابُ الْكَرَاهِيَةِ)

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَأَمَّا نَصِيبُ الْأُكْرَةِ فَيَطِيبُ لهم وَيَطِيبُ لِمَنْ يَأْكُلُ من ذلك بِرِضَاهُمْ وَإِنْ كان لَا يَخْلُو ذلك عن نَوْعِ شُبْهَةٍ، إلَّا أَنَّهُمْ قالوا: زَمَانُنَا زَمَانُ الشُّبُهَاتِ فَعَلَى الْمُسْلِمِ أَنْ يَتَّقِيَ الْحَرَامَ الْمُعَايَنَ.
(كِتَابُ الْكَرَاهِيَةِ الْبَابُ الثَّلَاثُونَ في الْمُتَفَرِّقَاتِ)

وسوسوں سے متعلق تفصیلی مضامین کے لیے مفید اور اہم کتب

یوں تو زیرِ نظر رسالے میں احادیث مبارکہ اور فقہی عبارات بھی ذکر کی گئی ہیں، البتہ اس کے متعدد بنیادی مضامین درج ذیل کتب سے مأخوذ ہیں:

- ملفوظاتِ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔
- خطباتِ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔
- بصائرِ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔
- امداد الفتاویٰ از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔
- کمالاتِ اشرفیہ از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔
- اصلاحی خطبات از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم۔
- وساوس اور حقائق از حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی